UNIVERSAL
LIBRARY
OU_226020
UNIVERSAL
LIBRARY

کتاب الشفعہ

OSMANIA UNIVERSITY
COLLEGE LIBRARY.

از کتب مذہب حنفی

ہدایہ و درمختار و شرح وقایہ

حسب الارشاد و نزیل سید محمود
بیرسٹرایٹ لا جعل ظلہ ممدودا
الی الآباد باہتمام احقر العباد خواجہ
مصلح الدین احمد غفر لہ
الاحد فی یوم التناد

در مطبع مصلح المطابع واقع دہلی طبع شد

جولائی سنہ ۱۸۹۹ع

جملہ حقوق بذریعہ رجسٹری محفوظ ہیں

الهداية في الفقه لمولانا برهان الدين

بسم الله الرحمن الرحيم

كتاب الشفعه

(۱) الشفعة مشتقة من الشفع وهو الضم سميت بها لما فيها من ضم المشتراة الى عقار الشفيع۔

(۲) قال الشفعة واجبة للخليط في نفس المبيع ثم للخليط في حق المبيع كالشرب والطريق ثم للجار افاد هذا اللفظ ثبوت حق الشفعة لكل واحد من هؤلاء وافاد الترتيب اما الثبوت فلقوله عليه السلام الشفعة لشريك لم يقاسم ولقوله عليه السلام جار الدار احق بالدار والارض ينتظر له و

(۱) شفعہ شَفَعَ کے لفظ سے ماخوذ ہے جو ملانے کے معنے میں ہے چونکہ شفعہ کے اندر بھی فروخت شدہ جائداد شفیع کی جائداد میں ملجاتی ہے اس لیے اُس کا نام شفعہ رکھدیا گیا ہے۔

(۲) اولاً شفعہ اُس شخص کا ثابت ہوتا ہے جو مبیع کے اندر شریک ہے بعد ازاں اُس شخص کا شفعہ ثابت ہوتا ہے جس نے شریک سے اپنا حصہ علیحدہ کر لیا ہے مگر راستے وغیرہ میں ہنوز شریک ہے اسکے بعد جار کو شفعہ ثابت ہوتا ہے۔ الغرض بالترتیب ان لوگوں کو حق شفعہ ثابت ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے لیے شفعہ ثابت ہونے کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شفعہ اُس شریک کا ہے جس نے اپنا حصہ علیحدہ نہیں کیا اور فرمایا ہے مکان کا جار اُس مکان کا زیادہ تر مستحق ہے اور زمین کے فروخت کرنے میں انتظار کیا جائیگا اگرچہ شفیع

ان كان غائبا اذا كان طريقهما واحدا ولقوله عليه السلام الجار احق بسقبه قيل يا رسول الله ما سقبه قال شفعته ويروى الجار احق بشفعته۔

وہاں موجود نہو بس صورت مین کہ دونوں کا راستہ ایک ہو اور نیز یہ فرمایا کہ جار اپنے سقب کی وجہ سے مستحق ہو کسی نے عرض کیا اوس کے سقب سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا اوسکا شفعہ اور ایک روایت مین سقب کی جگہ شفعہ کا لفظ آیا ہے۔

(٣) وقال الشافعي رح لا شفعة بالجوار لقوله عليه السلام الشفعة فيما لم يقسم فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعة ولان حق الشفعة معدول به عن سنن القياس لما فيه من تملك المال على الغير من غير رضاه وقد ورد الشرع به فيما لم يقسم وهذا ليس في معناه لان مؤنة القسمة تلزمه في الاصل دون الفرع ولنا ما روينا ولان ملكه متصل بملك الدخيل اتصال تابيد وقرار فيثبت له حق الشفعة عند وجود المعاوضة بالمال اعتبارا بمورد الشرع وهذا لان الاتصال على هذه الصفة انما انتصب سببا فيه لدفع ضرر الجوار اذ هو مادة المضار على ما عرف وقطع هذه المادة بتملك الاصيل اولى لان الضرر

(٣) امام شافعی رح کے نزدیک جوار کی وجہسے شفعہ کا استحقاق نہین ہوتا اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی شفعہ غیر منقسم چیز مین ہی اور حدود کے پڑجانے اور راستوں کے علیحدہ ہو جانے کے بعد شفعہ نہین ہو دوسری دلیل یہ ہی کہ شفعہ کا ثابت ہونا احاطۂ قیاس سے باہر ہی اسلیئے کہ شفعہ مین دوسرے کے مال کا بغیر اوسکی رضامندی کے مالک ہوجانا ہی اور شارع نے صرف غیر منقسم جائداد مین اوسکا ثبوت بیان کیا ہی اور جار کو اس شریک پر قیاس نہین کرسکتے اسواسطے کہ شرکت کی صورت مین شفعہ ثابت نہونے سے تقسیم کرنے کی دقت پیش آتی ہے اور جوار مین یہ دقت نہین ہے، حنفیہ کی ایک دلیل تو وہی حدیث ہی جو گذر چکی اور دوسری دلیل یہ ہی کہ جار کی ملک کو مبیع سے ایک لازمی اور ابدی اتصال ہی لہذا شریک پر قیاس کرکے اس جار کو اسبات کا حق ثابت ہوگا کہ جسقدر مال دوسرا شخص دیتا ہی اوسقدر مال دیکر بذریعہ شفعہ کے اوس مبیع کو لیلے اسواسطے کہ اس قسم کا اتصال دفع ضرر جوار کے وجہ سے حق شفعہ کا سبب بنا ہی اسلیئے کہ ضرر جوار ہر قسم کے ضرر کا تجربہ ہی اور یہ ضرر اسطرح دور ہو سکتا ہی کہ شفیع کو اس مبیع کا مالک بنادیا جائے کیونکہ مالک بنانے مین اگرچہ مشتری کا ضرر ہی مگر شفیع کو اوسکے باپ دادا کی جگہ سے برگشتہ کرنے کا ضرر اوس سے بدرجہا زیادہ ہی۔ اور تقسیم کرنے سے جو ضرر لاحق ہوتا ہی وہ ضرر ایسا ہی کہ خود شارع نے اوس کو

في حقه بازعاجه عن خطة آبائه اقوى وضرر القسمة مشروع لا يصلح علة لتحقيق ضرر غيره

مقرر کر دیا ہے لہذا وہ اس قابل نہیں ہے کہ اوس سے بچنے کا لحاظ کرکے شفیع کو ضرر پہونچایا جاوے۔

(۴) واما الترتيب فلقوله عليه السلام الشريك احق من الخليط والخليط احق من الشفيع فالشريك في نفس المبيع والخليط في حقوق المبيع والشفيع هو الجار ولان الاتصال بالشركة في المبيع اقوى لانه في كل جزء وبعده الاتصال في الحقوق لانه شركة في مرافق الملك والترجيح يتحقق بقوة السبب ولان ضرر القسمة ان لم يصلح علة صلح مرجحا۔

(۴) اسباب کی دلیل کہ بعض شفعاء کو بعض پر تقدم ہے یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شریک خلیط سے اور خلیط شفیع سے زیادہ حقدار ہے۔ اور شریک سے اس حدیث میں شریک فی المبیع اور خلیط سے شریک فی حق المبیع اور شفیع سے جار مراد ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ شرکت فی المبیع کے اندر سب سے زیادہ اتصال پایا جاتا ہے اوسکے بعد شرکت فی حقوق المبیع کے اندر اتصال پایا جاتا ہے کہ وہاں ملک کے توابع میں شرکت ہوتی ہے اور جسقدر سبب قوی ہوتا ہے اوسیقدر ترجیح ہوتی ہے اور ایک بات یہ ہے کہ ضرر تقسیم اگرچہ شفعہ کی علت ہونے کی قابلیت نہیں رکھتا مگر ترجیح کا سبب ہو سکتا ہے اور یہ ضرر شرکت کی صورت میں پایا جاتا ہے جوار میں نہیں پایا جاتا۔

(۵) قال وليس للشريك في الطريق والشرب والجار شفعة مع الخليط في الرقبة لما ذكرنا انه مقدم۔

(۵) اگر ایک شخص صرف راستہ میں یا پانی کے حق میں شریک ہے تو شریک فی المبیع کی ہوتی ہوئے اُس کو شفعہ کا استحقاق نہوگا اس لئے کہ اوسکو تقدم ہے۔

(۶) قال فان سلم فالشفعة للشريك في الطريق فان سلم اخذها الجار لما بينا من الترتيب والمراد بهذا الجار الملاصق وهو الذي على ظهر الدار المشفوعة وبابه في سكة اخرى۔

(۶) اگر مکان کے شریک نے شفعہ چھوڑ دیا تو راستہ کے شریک کو حق شفعہ ہے اگر اُس نے بھی ترک کر دیا تو اوسوقت میں جار ملاصق کو حق شفعہ ہے اور یہ وہ شخص ہے جس کا مکان فروخت شدہ مکان کی پشت پر ہے اور اوس کا دروازہ دوسرے کوچہ میں ہے۔

(۷) وعن ابي يوسف ان مع وجود

(۷) ابو یوسف رحمہ سے مروی ہے کہ شریک فی المبیع کے

الشريك في الرقبة لا شفعة لغيره سلم او استوفى لانهم محجوبون به۔

ہوتے ہوئے کسی دوسرے کا شفعہ نہین ہوتا خواہ وہ لے یا نہ لے اسواسطے کہ اوسکے ہوتے ہوئے اور لوگون کا حق نہین ہوتا۔

(۸) ووجه الظاهر ان السبب قد تقرر في حق الكل الا ان للشريك التقدم فاذا اسلم كان لمن يليه بمنزلة دين الصحة مع دين المرض۔

(۸) اسبات کی دلیل کہ بعض کے ترک کرنے سے بعض کو حق ثابت ہوجاتا ہے یہ ہے کہ شفعہ کا سبب یعنے اتصال سب کے اندر پایا جاتا ہے مگر شریک فی المبیع کو اورون پر حق تقدم ہے لہذا اگر یہ اپنے حق کو ترک کردیگا تو اوسکے بعد دوسرے کو حق ثابت ہوجائیگا جسطرح حالت صحت کے قرضخواہ اپنا حق ترک کردین تو حالت مرض کے قرضخواہ اپنا قرض

(۹) والشريك في المبيع قد يكون في بعض منها كما في منزل معين من الدار او جدار معين منها وهو مقدم على الجار في المنزل وكذا على الجار في بقية الدار في اصح الروايتين عن ابي يوسف رح لان اتصاله اقوى والبقعة واحدة۔

(۹) شریک فی المبیع کی ایک صورت یہ ہے کہ کل مبیع مین شریک نہو مگر بعض مبیع مین شریک ہو مثلاً ایک شخص کی حویلی مین چند کمرے ہین اور اونمین سے صرف ایک کمرہ مین دوسرا شخص شریک ہے یا صرف ایک دیوار مین شریک ہے یہ شریک اوس کمرے کے جار پر اور نیز باقی حویلی کے جار پر ابو یوسف رح سے اصح روایت کے موافق مقدم ہے اسواسطے کہ اوس شریک کا اتصال قوی ہے اور وہ حویلی ایک مکان کے حکم مین ہے۔

(۱۰) ثم لا بد ان يكون الطريق او الشرب خاصا حتى تستحق الشفعة بالشركة فيه فالطريق الخاص ان لا يكون نافذا والشرب الخاص ان يكون نهرا لا تجري فيه السفن وما تجري فيه فهو عام وهذا عند ابي حنيفة ومحمد رح وعن ابي يوسف رح ان الخاص ان يكون نهرا يسقى منه قراحان او ثلثة

(۱۰) اگر خود مبیع کے اندر شرکت نہین ہے تو طریق خاص اور شرب خاص مین شریک ہونے کی وجہ سے شفعہ ثابت ہوتا ہے اور اگر یہ دونون عام ہون تو ثابت نہین ہوتا اور طریق خاص سے وہ راستہ مراد ہے جو بند راستہ ہو اور شرب خاص سے اسقدر چھوٹی نہر مراد ہے جسمین کشتی نہ چل سکے اور اگر کشتی چل سکتی ہے تو وہ شرب عام ہے مگر یہ امام ابو حنیفہ اور محمد رح کے نزدیک ہے اور ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ شرب خاص سے اتنی بڑی نہر مراد ہے جس سے صرف دو تین کھیت کی آبپاشی ہو سکتی ہو اور اگر اس سے بڑی ہے تو وہ شرب عام مین داخل ہے

(١١) فان كانت سكة غير نافذة يتشعب منها سكة غير نافذة وهي مستطيلة فبيعت دار في السفلى فلاهلها الشفعة خاصة دون اهل العليا وان بيعت في العليا فلاهل السكتين والمعنى ماذكرنا في كتاب ادب القاضي۔

(١١) اگر ایک کوچہ سربستہ سے دوسرا ایک دراز سربستہ کوچہ نکلا ہو اور پہلے کوچہ مین ایک مکان فروخت ہوا تو صرف اوسی کوچہ والون کو حق شفعہ ہوگا پہلے کوچہ والون کو نہوگا اور اگر دوسرے کوچہ مین فروخت ہوا تو دونون کوچہ والون کو شفعہ ہوگا اسواسطے کہ پہلے کوچہ والون کو دوسرے کوچہ مین آمد ورفت کرنے کا حق ہے اور دوسرے کوچہ والون کو پہلے کوچہ مین آمدرفت کرنے کا حق نہین ہے۔

(١٢) ولو كان نهر صغير ياخذ منه نهر اصغر منه فهو على قياس الطريق فيما بيناه۔

(١٢) اگر ایک چھوٹی نہر سے دوسری چھوٹی نہر نکلی ہو اور دوسری نہر پر ایک زمین فروخت ہو تو پہلی نہر والون کو حق شفعہ ہوگا اور اگر پہلی پر فروخت ہو تو دوسرے والون کو نہوگا۔

(١٣) قال ولا يكون الرجل بالجذوع على الحائط شفيع شركة ولكنه شفيع جوار لان العلة هي الشركة في العقار وبوضع الجذوع لا يصير شريكا في الدار الا انه جار ملازق۔

(١٣) اگر ایک شخص کی کڑیان کسی کے مکان کی دیوار پر رکھی ہوئی ہین تو یہ شخص شریک نہ شمار کیا جائیگا بلکہ جار کی وجہ سے اوس کو استحقاق شفعہ ہوگا اسواسطے کہ شفعہ کے اندر اوس شرکت کا اعتبار ہے جو عقار کے اندر ہو اور کڑیان رکھنے سے یہ شخص اوس مکان مین شریک نہین ہوجاتا البتہ وہ جار ملازق ہے۔

(١٤) قال والشريك في الخشبة تكون على حائط الدار جار لما بينا۔

(١٤) اگر ایک مکان کی دیوار پر کڑیان رکھی ہوئی ہین اور ایک شخص اون کڑیون مین شریک ہے تو یہ شخص جار سمجھا جائیگا کیونکہ عقار مین وہ شریک نہین ہے۔

(١٥) قال واذا اجتمع الشفعاء فالشفعة بينهم على عدد رؤسهم ولا يعتبر اختلاف الاملاك۔

(١٥) اگر ایک زمین مین بہت سے لوگ مختلف حصون کے شریک ہین اور ایک نے اپنا حصہ فروخت کیا تو باقی سب شریکون کو برابر برابر حق شفعہ ہوگا اور حصون کی کمی بیشی کا لحاظ نہ کیا جائیگا۔

(١٦) وقال الشافعي رح هي على مقادير الانصباء لان الشفعة من

(١٦) امام شافعی رح کے نزدیک جس شریک کا جسقدر حصہ ہوتا ہے کثرت شرکا کی صورت مین اوسیقدر اوسکو

من مرافق الملك الابدي انها
لتكميل منفعته فاشبه الربح
والغلة والولد والثمرة ولنا انهم
استووا في سبب الاستحقاق وهو
الاتصال فيستوون في الاستحقاق
الابدي انه لو انفرد واحد منهم
استحق كمال الشفعة وهذا اية
كمال السبب وكثرة الاتصال تؤذن
بكثرة العلة والترجيح يقع بقوة في
الدليل لا بكثرته ولا قوة ههنا لظهور
الاخرى بمقابلته وتملك ملك
غيره لايجعل ثمرة من ثمرات ملكه
بخلاف الثمرة واشباهها۔

استحقاق شفعہ ہوتا ہے اسواسطے کہ شفعہ ملک کے منافع مین سے
ہے اور اوسکی وجہ سے ملکیت کی تکمیل ہو جاتی ہے لہذا اوسکو نفع اور
آمدنی اور اولاد اور پھل کا حکم ہوگا کہ جسقدر جسکی ملک ہوتی ہے
اوسیقدر ان چیزون مین اوسکا استحقاق ہوتا ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے
کہ سب شرکا سبب استحقاق یعنے اتصال مین برابر ہین لہذا
استحقاق مین بھی برابر ہونگے اسواسطے کہ بالفرض انمین سے اگر
صرف ایک ہی شخص شریک ہوتا تو کل مبیع مین اوسکو شفعہ کا
استحقاق ہوتا جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہر ایک کے
اندر کامل طور پر شفعہ کا سبب پایا جاتا ہے اور اگر یہ کہو کہ بعض کا
اتصال زیادتی حصہ کی وجہ سے زیادہ ہے پھر کیونکر برابر ہو سکتے
ہین تو اوسکا یہ جواب ہے کہ کثرت اتصال سے اگرچہ سبب شفعہ کے
اندر ایک قسم کی کثرت پیدا ہو گئی مگر ترجیح کا سبب نہین ہو سکتی
اسواسطے کہ ترجیح کا سبب قوۃ علت ہوتی ہے اور یہان قوت نہین ہے

(١٧) ولو اسقط بعضهم حقه فهي
للباقين في الكل على عددهم لان
الانتقاص للمزاحمة مع كمال السبب
في حق كل منهم وقد انقطعت۔

(١٧) اگر بعض شرکا نے اپنا حق شفعہ ترک کر دیا تو باقی شریکین کو برابر برابر وہ حق
ملجائیگا اسواسطے کہ جس شریک نے ترک کیا ہے وہ ہر ایک شریک کا مزاحم تھا اور اوسکی
وجہ سے ہر ایک کے حصہ مین باوجودیکہ شفعہ کا سبب کامل طور پر پایا جاتا تھا کمی
ہو رہی تھی اور اب وہ مزاحمت باقی نہین رہے۔

(١٨) ولو كان البعض غُيّبًا يقضى
بها بين الحضور على عددهم لان
الغائب لعله لايطلب۔

(١٨) اگر ایک شریک غیر حاضر ہے اور باقی حاضر ہین تو اون باقی کو برابر
برابر شفعہ کا حکم دیا جائیگا اور وہ غائب کالعدم سمجھا جائیگا اسواسطے
کہ ممکن ہے وہ حاضر ہو کر شفعہ کا طالب نہو۔

(١٩) وان قضى لحاضر بالجميع
ثم حضر اخر يقضى له بالنصف
ولو حضر ثالث فبثلث ما في يد كل
واحد تحقيقا للتسوية فلو سلم
الحاضر بعد ما قضى له بالجميع لاياخذ

(١٩) اگر قاضی نے اوس شریک کے لیے جو حاضر تھا کل شفعہ کا حکم دیدیا
بعدازان دوسرا شریک بھی حاضر ہو گیا تو نصف شفعہ کا حکم اوسکے لیے دیا جائیگا اور
اگر تیسرا شریک بھی حاضر ہو گیا تو اون دونون سے ثلث ثلث لیکر اسکو
دلایا جائیگا تاکہ تینون کو برابر حصہ ملجائے۔ اور اگر پہلے شریک نے قاضی سے کل
شفعہ کا حکم حاصل کر کے پھر شفعہ کو ترک کر دیا تو یہ دوسرا شریک جو بعد حاضر ہوا ہے

القادم الا النصف لان قضاء القاضي
بالكل للحاضر قطع حق الغائب عن
النصف بخلاف ما قبل القضاء

كل كو بذريعه شفعه كے نہين لے سكتا بلكہ اوسكو نصف ديا جائيگا اسواسطے كہ جب
قاضى نے پہلے كو كل كا حكم ديديا تو اُسكے حكم دينے سے ايك نصف مين دوسرے شريك كا
شفعه باطل ہوگيا اور اگر قبل از حكم قاضى اُسنے ترك كرديا تو دوسرا كل كو لے سكتا ہے -

(٢٠) **قال** والشفعة تجب بعقد
البيع ومعناه بعده لانه هو السبب
لان سببها الاتصال على ما بيناه و
الوجه فيه ان الشفعة انما تجب
اذا رغب البائع عن ملك الدار
والبيع يعرفها ولهذا يكتفى بثبوت
البيع في حقه حتى يأخذها الشفيع
اذا اقر البائع بالبيع وان كان المشتري
يكذبه -

(٢٠) بيع كے بعد شفعه ثابت ہوتا ہے مگر بيع ثبوت شفعه كا سبب
نہين ہے اسواسطے كہ شفعه كا سبب اتصال ملكيت ہے اور بيع كے بعد
ثبوت شفعه كى يه وجه ہے كہ شفعه اصل مين اوسوقت ثابت ہوتا ہے
كہ بائع كو اوس مبيع كى خواہش نہ باقى رہے اور بيع سے يه بات
ظاہر ہوجاتى ہے كہ اب اوسكو مبيع كى طرف توجه اور اوسكى خواہش باقى
نہين رہى لہذا اگر صرف بائع كى جانب سے بيع كا ثبوت ہوجائے تو شفعه
كے ليے كافى ہوجاتا ہے مثلاً اگر بائع بيع كا اقرار كرلے تو شفيع كا شفعه
ثابت ہوجاتا ہے اگرچه مشترى اوس بيع سے منكر
ہو -

(٢١) **قال** وتستقر بالاشهاد
ولا بد من طلب المواثبة لانه حق
ضعيف يبطل بالاعراض فلا بد
من الاشهاد والطلب ليعلم بذلك
رغبته فيه دون اعراضه عنه
ولانه يحتاج الى اثبات طلبه عند
القاضي ولا يمكنه الا بالاشهاد

(٢١) شفعه كے ليے طلب مواثبت ضرورى ہے اور طلب اشہاد سے
اوسكو استحكام ہوجاتا ہے اگر طلب مواثبت نہ كيجائے يعنے فوراً شفعه كے
طلب نہ كرے تو شفعه باطل ہوجاتا ہے اسواسطے كہ شفعه ايك حق ضعيف ہے
اعراض كرنے كى وجه سے باطل ہوجاتا ہے لہذا طلب كرنا اور اوسپر
گواه كرنا ضرورى ہے تاكہ معلوم ہوجائے كہ شفيع كو شفعه كى طرف سے
اعراض نہين ہے بلكہ اوس كے طرف رغبت ہے دوسرے يه كہ شفيع كو
قاضى كے روبرو اپنى طلب كے ثابت كرنا ہوتا ہے اور بغير گواه كے وه نہين كرسكتا

(٢٢) **قال** وتملك بالاخذ اذا سلمها
المشتري او حكم بها الحاكم لان
الملك للمشتري قد تم فلا ينتقل
الى الشفيع الا بالتراضي او قضاء القاضي
كما في الرجوع في الهبة وتظهر فائدة
هذا فيما اذا مات الشفيع بعد

(٢٢) شفيع مكان كا مالك اُسوقت ہوتا ہے كہ قاضى اوسكے ليے
شفعه كا حكم ديدے يا خود بائع وه مكان شفيع كو ديدے اسواسطے كہ
مشترى كو پورى طور پر ملكيت حاصل ہوچكى ہے لہذا جبتك قاضى
حكم نہ دے يا اپنى رضامندى سے وه انتقال ملكيت نہ كرے اُسوقت تك
منتقل نہوگى جسطرح كوئى شخص ہبه كو واپس كرنا چاہے تو بغير رضامندى
باہمى يا حكم قاضى كے واپس نہين كرسكتا اسكا نتيجه يه ہے كہ اگر قاضى كے

الطلبين او باع دار له المستحق بها الشفعة او بيعت دار بجنب الدار المشفوعة قبل حكم الحاكم او تسليم المخاصم لا تورث عنه في الصورة الاولى وتبطل شفعته في الثانية ولا يستحقها في الثالثة لانعدام الملك له۔

ہنوز حکم نہین دیا اور نہ خود مدعی علیہ نے مشتری کو وہ مکان دیا تھا اور شفیع طلب مواثبت اور طلب اشہاد کر چکا تھا کہ اس عرصہ مین وہ مرگیا یا جس مکان کیوجہ سے شفعہ کا دعوی کرتا تھا وہ مکان اوسنے فروخت کر دیا یا مکان مشفوعہ کے جوار مین اس عرصہ کے اندر کوئی اور مکان فروخت ہوا تو پہلی صورتمین اوسکے وارثون کو وہ مکان نہ ملیگا اور دوسری صورتمین اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور تیسری صورتمین دوسرے مکانمین اوسکا شفعہ ثابت نہوگا کیونکہ اوسوقت وہ پہلے مکان کا مالک نہین تھا۔

﴿۲۳﴾ ثم قوله تجب بعقد البيع بيان انه لا يجب الا عند معاوضة المال بالمال على ما نبينه ان شاء الله تعالى والله سبحانه اعلم بالصواب۔

﴿۲۳﴾ جس عقد مین بیع کے معنے یعنے مبادلہ مال بمال پایا جاوے اوس سے شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اور اگر یہ معنے نہ پائے جائین تو ثابت نہین ہوتا اور اس کا بیان انشاء اللہ تعالے آگے آئے گا واللہ سبحانہ اعلم بالصواب۔

باب طلب الشفعة والخصومة فيها

طلب شفعہ اور اوس مین چارہ جوئی کرنے کا بیان

﴿۲۴﴾ **قال** واذا علم الشفيع بالبيع اشهد في مجلسه ذلك على المطالبة اعلم ان الطلب على ثلثة اوجه طلب المواثبة وهو ان يطلبها كما علم حتى لو بلغ الشفيع البيع ولم يطلب شفعته بطلت الشفعة لما ذكرنا ولقوله عليه السلام الشفعة لمن واثبها۔

﴿۲۴﴾ طلب کی تین قسمین ہین جنمین سے ایک طلب مواثبت ہے اوس سے یہ مراد ہے کہ جسوقت شفیع کو معلوم ہو کہ فلان مکان فروخت ہوگیا اوسیوقت اوسکو شفعہ طلب کرنا اور طلب پر گواہ کرنا چاہیے اگر اوسنے بیع کا حال معلوم ہونے کے بعد شفعہ کو نہ طلب کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ وہ ایک حق ضعیف ہے اور دوسرے یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شفعہ اوس کے لیئے ہے جو فوراً اوسکی طلب کرلے۔

﴿۲۵﴾ ولو اخبر بكتاب والشفعة في اوله او في وسطه فقرأ الكتاب

﴿۲۵﴾ اگر بذریعہ ایک خط کے شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور خط کے درمیان مین یا اوسکے شروع ہی مین بیع کا ذکر تھا

الى اخره بطلت شفعته وعلى هذا عامة المشائخ رح وهو رواية عن محمد وعنه ان له مجلس العلم والروايتان فى النوادر وبالثانية اخذ الكرخى لانه لما ثبت له خيار التملك لابد له من زمان التامل كما فى المخيرة۔

مگر وہ خط کو اخیر تک پڑھ گیا اور شفعہ طلب نہ کیا تو شفعہ باطل ہوتا ہے عامہ مشائخ رح کا مذہب یہی ہے اور امام محمد رح سے بھی ایک روایت مین یہ آیا ہے مگر دوسری روایت مین یہ ہے کہ اخیر جلسہ تک شفیع کو طلب شفعہ کا اختیار ہوتا ہے اور یہ دونون روایتین نوادر مین مذکور ہین کرخی نے دوسری روایت پر عمل کیا ہے اسواسطے کہ شرع کیطرف سے جب اسکو مالک ہونیکا اختیار حاصل ہوا ہے تو اوسکے لیے اتنی مہلت ضرور ہونی چاہیے کہ وہ فکر کرسکے جسطرح عورت کو طلاق کا اختیار دیا جائے تو اخیر جلسہ تک وہ طلاق لے سکتی ہے۔

(٢٦) ولو قال بعد ما بلغه البيع الحمد لله او لاحول ولا قوة الا بالله او قال سبحان الله لاتبطل شفعته لان الاول حمد على الخلاص من جواره والثانى تعجب منه لقصد اضراره والثالث لافتتاح كلامه فلا يدل شيء منه على الاعراض۔

(٢٦) اگر شفیع نے بیع کا حال سنکر الحمد للہ یا لاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم یا سبحان اللہ زبان سے پڑھا تو شفعہ باطل نہوگا اسلیئے کہ ممکن ہے بائع کے دفع ہونے سے اوسنے خدا کا شکر کیا ہو اور بائع جو اوسکی ضرر رسانی کا قصد کیا ہے اوس سے تعجب کرکے سبحان اللہ کہا ہو اور اپنی حسب عادت کلام شروع کرنے سے پہلے لاحول پڑھی ہو اور ان مین سے کوئی بات ایسی نہین ہے جس سے ثابت ہو کہ شفیع کو شفعہ کرنے سے اعراض ہے۔

(٢٧) وكذا اذا قال من ابتاعها وبكم بيعت لانه يرغب فيها بثمن دون ثمن ويرغب عن مجاورة بعض دون بعض۔

(٢٧) اگر شفیع نے بیع کا حال سنکر خبر دینے والے سے کہا کس نے خریدا ہے یا کتنے کو فروخت ہوا ہے تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا اسواسطے کہ ایک ثمن سے خریدنا مقصود ہوتا ہے اور ایک ثمن سے مقصود نہین ہوتا اسیطرح ایک کے جوار سے نفرت ہوتی ہے اور ایک کے جوار سے نہین ہوتی

(٢٨) والمراد بقوله فى الكتاب اشهد فى مجلسه ذلك على المطالبة طلب المواثبة والاشهاد فيه ليس بلازم انما هو لنفى التجاحد والتقييد بالمجلس اشارة الى ما اختاره الكرخى رح۔

(٢٨) قدوری مین جو بیان کیا ہے کہ اوسی جلسہ مین شفیع کو طلب پر گواہ کرنا چاہیے اوس سے طلب مواثبت مقصود ہے مگر اوس مین گواہ کرنا ضروری نہین ہوتا بلکہ اس لیئے مناسب ہوتا ہے کہ اگر مدعی علیہ اوسکے طلب کرنے سے منکر ہو تو شفیع قاضی کے روبرو گواہو سے طلب کو ثابت کرسکے۔ اور جلسہ کی قید لگانے مین کرخی کے قول مختار کیطرف اشارہ ہے۔

(٢٩) ويصح الطلب بكل لفظ يفهم

(٢٩) جس لفظ سے شفعہ کا طلب کرنا سمجھا جائے اوس سے

منه طلب الشفعة كما لو قال طلبت الشفعة او اطلبها او انا طالبها لان الاعتبار للمعنى۔

طلب کرنا صحیح ہو جاتا ہے مثلاً یہ کہے کہ مین نے شفعہ کو طلب کیا یا طلب کرتا ہون یا اوسکا طالب ہون اسواسطے کہ حقیقت مین معنے کا اعتبار ہے۔

(٣٠) واذا ابلغ الشفيع بيع الدار لم يجب عليه الاشهاد حتى يخبره رجلان او رجل وامرأتان او واحد عدل عند ابي حنيفة رح وقالا يجب عليه ان يشهد اذا اخبره واحد حرا كان او عبدا صبيا كان او امرأة اذا كان الخبر حقا واصل الاختلاف في عزل الوكيل وقد ذكرناه بدلائله واخواته فيما تقدم وهذا بخلاف المخيرة اذا اخبرت عنده لانه ليس فيه الزام حكم وبخلاف ما اذا اخبره المشتري لانه خصم فيه والعدالة غير معتبرة في الخصوم۔

(٣٠) ابو حنیفہ رح کے نزدیک شفیع کو طلب مواثبت کرنا اوسوقت ضروری ہوتا ہے کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین یا ایک پرہیزگار مرد بیع کا حال بیان کرے اور صاحبین رح کے نزدیک صرف ایک آدمی کے خبر دینے سے طلب مواثبت کرنا ضروری ہو جاتا ہے خواہ وہ حر ہو یا غلام نابالغ ہو یا بالغ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ شفیع کے گمان مین وہ سچ کہتا ہے اور اصل یہ اختلاف وکیل کے معزول کرنے مین ہے اور اوسکا بیان مع دلائل اور نظائر کے ہم بیان کر چکے ہین اور اگر کوئی شخص ایک عورت سے بیان کرے کہ تیرے خاوند نے تجکو طلاق کا اختیار دیا ہے تو امام صاحب کے نزدیک مخبر مین عدد یا عدالت شرط ہے اسلیئے کہ اوسمین کسی حکم کا لازم کرنا نہین ہے اور اگر مشتری شفیع سے بیان کرے کہ مین نے فلان مکان خریدا ہے تو بالاتفاق شفیع کو طلب شفعہ کرنا لازم ہو جائیگا خواہ یہ کیسا ہی شخص ہو اسواسطے کہ وہ مدعی علیہ ہے اور مدعی علیہ مین عدالت کی ضرورت نہین ہے۔

(٣١) والثاني طلب التقرير والاشهاد لانه محتاج اليه لاثباته عند القاضي على ما ذكرنا ولا يمكنه الاشهاد ظاهرا على طلب المواثبة لانه على فور العلم بالشراء فيحتاج بعد ذلك الى طلب الاشهاد والتقرير وبيانه ما قال في الكتاب ثم ينهض منه يعني من المجلس ويشهد

(٣١) طلب مواثبت کے بعد دوسری طلب اشہاد ہے اور اسکو طلب تقریر بھی کہتے ہین اس طلب کی ضرورت اسواسطے پڑتی ہے کہ شفیع قاضی کے روبرو طلب کو ثابت کرسکے اسواسطے کہ طلب مواثبت چونکہ علم بیع کے ساتھ فوراً ہوا کرتی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اوسوقت شفیع کسی کو گواہ نہین کرسکتا لہذا اس طلب کی ضرورت ہوتی ہے اور اوسکا طریقہ یہ ہے کہ طلب مواثبت کے بعد اوس جلسہ سے اوٹھکر مشتری کے پاس خواہ اوس مکان کے پاس خواہ بائع کے پاس جاکر بشرطیکہ بیع ہنوز اوسکے قبضہ مین ہے

علی البائع ان کان المبیع فی یدہ معناہ لم یسلم الی المشتری او علی المبتاع او عند العقار فاذا فعل ذلك استقرت شفعته وھذا لان کل واحد منھما خصم فیہ لان للاول الید وللثانی الملك

وکذا یصح الاشھاد عند المبیع لان الحق متعلق بہ فان سلم البائع المبیع لم یصح الاشھاد علیہ لخروجہ من ان یکون خصما اذ لا ید لہ ولا ملك فصار کالاجنبی وصورۃ ھذا الطلب ان یقول ان فلانا اشتری ھذہ الدار وانا شفیعھا وقد کنت طلبت الشفعة واطلبھا الآن فاشھدوا علی ذلك۔

وعن ابی یوسف انہ یشترط تسمیة المبیع وتحدیدہ لان المطالبة لا تصح الا فی معلوم

(۳۳) والثالث طلب الخصومة والتملك وسنذکر کیفیتہ من بعد ان شاء اللہ تعالی۔

قال ولا تسقط الشفعة بتاخیر ھذا الطلب عند ابی حنیفة

لوگونکو اپنے طلب پر گواہ کردے اس طلب سے شفعہ کو استحکام ہو جاتا ہی اور ان تینون مین سے کسی کے پاس جانے کی اسواسطے ضرورت ہی کہ بائع اور مشتری تو گویا شفیع کے مدعی علیہ ہین اسواسطے کہ قبضہ بائع کا ہے اور ملک مشتری کی ہی اور مبیع کے پاس جاکر اسواسطے گواہ کر سکتا ہے کہ حق اوسی کے ساتھ متعلق ہوا ہی۔ اور اگر بائع نے مبیع کو مشتری کے قبضہ مین دیدیا ہی تو بائع کے پاس گواہ کرنا صحیح نہو گا اسواسطے کہ اب اوس سے کچھ واسطہ نہین رہا بلکہ وہ ایک اجنبی شخص ہو گیا کیونکہ اب اوسکا نہ قبضہ ہی اور نہ اوسکی ملکیت ہی اور طلب اشھاد اسطور پر کرنا چاہیے کہ فلان شخص نے یہ مکان خرید اہی اور مین اسکا شفیع ہون اور طلب شفعہ کر چکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون تم لوگ میرے لیے اس بات کے گواہ رہو۔ اور ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ اوس مبیع کا نام و نشان اور اوس کے حدود کا بیان کرنا بھی ضروری ہے اسواسطے کہ مجہول چیز مین دعوے نہین ہو سکتا۔

(۳۳) طلب کی تیسری قسم کا نام طلب تملک ہی اور اوسکا طریقہ انشاء اللہ تعالی ہم عنقریب بیان کرینگے۔ مگر اوسکے احکام یہان بیان کیے جاتے ہین اگر طلب تملک مین تاخیر ہو جائے تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک شفعہ باطل نہین ہوتا اور ابو یوسف رح سے بھی ایک روایت یہی ہی اور محمد رح فرماتے ہین

وهو رواية عن ابي يوسف وقال محمد رح ان تركها شهرا بعد الاشهاد بطلت وهو قول زفر رح معناه اذا تركها من غير عذر۔

کہ طلب اشہاد کے بعد اگر ایک مہینہ تک طلب تملک نہ کرے توشفعہ باطل ہو جاتا ہے اور زفر رح کا قول یہی ہے مگر اوس سے وہ صورت مراد ہے کہ بلا عذر تاخیر کرے۔

(۳۳) وعن ابي يوسف انه اذا ترك المخاصمة في مجلس من مجالس القاضي تبطل شفعته لانه اذا مضى مجلس من مجالسه ولم يخاصم فيه اختيارًا دل ذلك على اعراضه وتسليمه۔

(۳۳) ابو یوسف رح سے مروی ہے اگر شفیع نے قاضی کی ایک کچہری مین بھی اپنی چارہ جوئی نہ کی توشفعہ باطل ہوجائیگا اسلیے کہ باوجود اختیار حاصل ہونے کے جب قاضی کی ایک کچہری مین اوسنے اپنی چارہ جوئی نہ کی تو ثابت ہوگیا کہ اوسکو شفعہ کی طرف سے اعراض ہے اور اوس نے شفعہ کو ترک کر دیا۔

(۳۴) وجه قول محمد انه لولم يسقط بتاخير الخصومة منه ابدا يتضرر به المشتري لانه لا يمكنه التصرف حذار نقضه من جهة الشفيع فقدرناه بشهر لانه اجل وما دونه عاجل على ما مر في الايمان ووجه قول ابي حنيفة وهو ظاهر المذهب وعليه الفتوى ان الحق متى ثبت واستقر لا يسقط الا باسقاطه وهو التصريح بلسانه كما في سائر الحقوق وما ذكر من الضرر يتشكل بما اذا كان غائبا ولا فرق في حق المشتري بين الحضر والسفر ولو علم انه لم يكن في البلد قاض لا تبطل شفعته بالتاخير بالاتفاق لانه لا يتمكن من الخصومة الا عند القاضي فكان عذرا۔

(۳۴) امام محمد رح کی دلیل یہ ہے کہ اگر طلب تملک مین تاخیر کرنیسے کبھی اوسکا شفعہ باطل نہو تو اوسمین مشتری کا نہایت ضرر ہے اسواسطے کہ شفیع کے خوف سے وہ اوس مکان مین کچھ تصرف نہین کرسکتا لہذا ایک مہینہ اوسکی مہلت کے لیے مقرر کیا گیا کہ ایک مہینہ کی مدت کو تاخیر کے ساتھ تعبیر کرسکتے ہین اور ایک مہینہ سے کم کی مدت عجلت شمار کیجاتی ہے۔ اور ابو حنیفہ رح کے قول کی جو کہ ظاہر مذہب اور مفتی بہ قول ہے یہ دلیل ہے کہ جب حق شفعہ ثابت اور مستحکم ہوگیا تو شفیع جب تک اوسکو اپنی زبان سے نہ ساقط کرے اوسوقت تک ساقط نہوگا جیسا کہ تمام حقوق کا حال ہے اور امام محمد رح نے جو تاخیر کے اندر ضرر بیان کیا ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ یہ ضرر تو اوسوقت بھی پیش آتا ہے کہ شفیع وہان موجود نہو اور مشتری کے اعتبار سے حضر اور سفر دونون برابر ہین۔ اور اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ اس شہر مین ایسا قاضی نہین ہے جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرے اسواسطے اُسنے طلب تملک مین تاخیر کی تو بالاتفاق اوسکا شفعہ باطل نہوگا اسواسطے کہ طلب تملک بغیر قاضی کے نہین ہوسکتے لہذا وہ معذور ہے۔

۳۵، **قال** واذا تقدم الشفیع الی القاضی فادعی الشراء وطلب الشفعة سأل القاضی المدعی علیه فان اعترف بملکه الذی یشفع به والا کلفه باقامة البینة لان الید ظاهر محتمل فلا تکفی لاثبات الاستحقاق۔

۳۵، جسوقت قاضی شفیع کے روبرو حاضر ہوکر اسبات کا دعوے کرے کہ مشتری نے یہ مکان خریدا ہے اور شفعہ طلب کرے تو قاضی کو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ جس مکان کے ذریعہ سے شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہے وہ مکان شفیع کی ملک ہے یا نہین اگر اقرار کرے تو فبہا ورنہ شفیع سے گواہون کا مطالبہ کرے اسواسطے کہ ظاہری قبضہ مین چونکہ عدم ملکیت کا احتمال ہے لہذا دوسرے پر حق ثابت کرنے کے لیئے ناکافی ہے۔

۳۶، قال رض یسأل القاضی المدعی قبل ان یقبل علی المدعی علیه عن موضع الدار وحدودها لانه ادعی حقا فیها فصار کما اذا ادعی رقبتها واذا بین ذلک یسأله عن سبب شفعته لاختلاف اسبابها فان قال انا شفیعها بدار لی تلاصقها الان تم دعواه علی ما قاله الخصاف رح وذکر فی الفتاوی تحدید هذه الدار التی یشفع بها ایضا وقد بیناه فی الکتاب الموسوم بالتجنیس والمزید۔

۳۶، مصنف رح نے بیان کیا ہے کہ قاضی کو مدعی علیہ کی طرف مخاطب ہونے سے قبل شفیع سے یہ بات دریافت کرنا چاہیے کہ وہ مکان کس محلہ مین ہے اور اُسکے حدود اربعہ کیا ہین اسلیئے کہ جب وہ اس مکان مین اپنے حق کا دعوی کرتا ہے تو گویا خود اوس مکان کا دعوی کرتا ہے اور جب شفیع یہ بیان کردے تو دریافت کرنا چاہیے کہ تو کس وجہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہے اسواسطے کہ شفعہ کے اسباب مختلف ہوتے ہین اگر اوسکے جواب مین شفیع نے کہا کہ مین بذریعہ اپنے ایک مکان کے جو اس مکان سے ملا ہوا ہے شفیع ہون تو اب اُسکا دعوی تمام ہوگیا چنانچہ خصاف رح نے بیان کیا ہے اور فتاوی مین بیان کیا ہے اس مکان کے حدود بھی بیان کرنے چاہیین جسکے ذریعہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہے اور ہم نے اپنی کتاب التجنیس والمزید مین اسکا بیان کردیا ہے۔

۳۷، **قال** فان عجز عن البینة استحلف المشتری بالله ما یعلم انه مالک للذی ذکره مما یشفع به معناه بطلب الشفیع لانه ادعی علیه معنی لو اقر به لزمه ثم هو استحلاف علی ما فی ید غیره فیحلف علی العلم فان نکل او قامت للشفیع بینة ثبت ملکه فی الدار التی

۳۷، اگر شفیع سے گواہون کا مطالبہ کیا گیا اور وہ گواہ نہ لاسکا اور اوس نے مشتری سے حلف لینا چاہا تو مشتری سے یہ حلف لیا جائے کہ خدا کی قسم جس مکان کے ذریعہ سے یہ شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہے مجکو معلوم نہین ہے کہ وہ اُسکی ملک ہے۔ اسواسطے کہ شفیع نے اوسکے اوپر ایک ایسے امر کا دعوی کیا ہے کہ اگر وہ اقرار کرلے تو اوسکے اوپر لازم ہوجائے مگر چونکہ دوسرے کے فعل پر حلف لیا جاتا ہے اسواسطے اوس سے اوسکے علم پر حلف لیا جائیگا اگر اس صورت مین مشتری نے

يشفع بها وثبت الجوار فبعد ذلك سأله القاضي يعني المدعى عليه هل ابتاع ام لا فان انكر الابتياع قيل للشفيع اقم البينة لان الشفعة لاتجب الا بعد ثبوت البيع وثبوته بالحجة۔

حلف سے انکار کیا یا شفیع نے گواہ پیش کر دئے تو جس مکان کے ذریعے وہ شفعہ کا دعوی کرتا ہے اوس مکان مین ملکیت ثابت ہو گئی اور جوار بھی ثابت ہو گیا بعد ازان قاضی کو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ تو نے وہ مکان خریدا ہے یا نہین اگر اوسنے کہا مین نے نہین خریدا تو شفیع سے کہا جائیگا کہ اسبات پر گواہ پیش کر کہ مشتری نے اوس مکان کو خریدا ہے اسواسطے کہ شفعہ بعد ثبوت بیع کے ثابت ہوتا ہے اور اوسکا ثبوت گواہون سے ہوتا ہے۔

(٣٨) قال فان عجز عنها استحلف المشتري بالله ما ابتاع او بالله ما استحق عليه في هذه الدار شفعة من الوجه الذي ذكره فهذا على الحاصل والاول على السبب وقد استوفينا الكلام فيه في الدعوى وذكرنا الاختلاف بتوفيق الله وانما يحلفه على البتات لانه استحلاف على فعل نفسه وعلى ما في يده اصالة وفي مثله يحلف على البتات۔

(٣٨) اگر قاضی نے شفیع سے اسبات کے گواہ مانگے کہ مشتری نے اوس مکان کو خریدا ہے اور وہ گواہ نہ لا سکا تو مشتری سے حلف لینا چاہیے کہ خدا کی قسم مین نے نہین خریدا یا یہ کہے کہ خدا کی قسم جس سبب سے یہ شفعہ کا دعوی کرتا ہے اوس سے یہ شفعہ کا مستحق نہین ہے کہ یہ حلف نتیجہ اور حاصل کے اوپر ہے اور پہلا حلف سبب کے اوپر ہے اور بتوفیق الٰہی کتاب الدعوی مین ہم نے پورے طور پر اسکا بیان کر دیا ہے اور یہان مشتری سے حلف قطعی سواسطے لیا جاتا ہے کہ خود اوسکے فعل پر اور اوس چیز پر حلف ہے جو بالذات اوس کے قبضہ مین ہے اور ایسے وقت مین قطعی حلف لیا جاتا ہے۔

(٣٩) قال ويجوز المنازعة في الشفعة وان لم يحضر الشفيع الثمن الى مجلس القاضي فاذا قضى القاضي بالشفعة لزمه احضار الثمن وهذا ظاهر رواية الاصل۔

(٣٩) اگرچہ شفیع نے قاضی کے روبرو ثمن لا کر حاضر نہ کیا ہو تاہم قاضی کے روبرو وہ شفعہ کے بارہ جوئی کر سکتا ہے مگر جب قاضی اوس کے لیے شفعہ کا حکم دیدے تو ثمن کا حاضر کرنا ضروری ہے اور یہ مبسوط کی ظاہر روایت ہے۔

(٤٠) وعن محمد انه لا يقضي حتى يحضر الشفيع الثمن وهو رواية الحسن عن ابي حنيفة رح لان الشفيع

(٤٠) محمد رح سے مروی ہے جبتک کہ شفیع قاضی کے روبرو ثمن لا کر حاضر نہ کر دے اوسوقت تک قاضی کو شفعہ کا حکم نہ دینا چاہیے اور حسن رح نے ابوحنیفہ رح سے بھی یہی روایت

عسا لا یکون مفلسًا فیتوقف القضاء	کیا ہی اسواسطے کہ ممکن ہی شفیع ایک مفلس شخص ہو لہذا شفعہ کے
علی احضاره حتی لا یتوی مال	حکم دینے مین ثمن کے حاضر کرنے تک تاخیر کیجائیگی تاکہ مشتری کا
المشتری وجه الظاهر انه لا ثمن له	مال تلف نہو جائے اور ظاہر روایت کی دلیل یہ ہی کہ قبل از حکم
علیه قبل القضاء و لهذا لا یشترط	قاضی شفیع کے اوپر ثمن واجب نہین ہوتا و لہذا یہ بات لازم نہین کیگئی
تسلیمه فکذا لا یشترط احضاره۔	کہ قبل از حکم قاضی شفیع مشتری کو ثمن لاکر دے اسیطرح اوسکا حاضر کرنا بھی لازم نہ کیا جائیگا
۱۸۱ واذا قضی له بالدار فللمشتری ان یحبسها	۱۸۱ اگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تو اوسکو اسبات کا
حتی یستوفی الثمن وینفذ القضاء عند	استحقاق ہی کہ جبتک شفیع سے ثمن کو وصول نہ کرے اوسوقت تک وہ
محمد ایضا لانه فصل مجتهد فیه ووجب	مکان اوسکو نہ دے اسواسطے کہ جب اوسکے اوپر ثمن واجب ہو گیا تو مشتری
علیه الثمن فیحبس فیه فلو اخر اداء	ثمن ادا نہ کرنے تک مکان کو روک سکتا ہی۔ اور محمد رح کے نزدیک اگرچہ
الثمن بعد ما قال له ادفع الثمن الیه	شفیع کو قاضی کے روبرو ثمن کا حاضر کرنا ضروری ہی مگر ثمن کے حاضر نہ کرنیکی
لا تبطل شفعته لانها تاکدت بالخصومة	صورت مین اونکے نزدیک بھی قاضی کا حکم نافذ ہو جائیگا اسواسطے کہ وہ ایک
عند القاضی۔	ظنی چیز ہی۔ اور اگر قاضی نے شفیع سے کہدیا کہ مشتری کو ثمن ادا کردے اور
۲۰۱ قال وان احضر الشفیع	۲۰۱ اگر مکان ہنوز بائع کے قبضہ مین تھا کہ شفیع نے بائع کو قاضی کے
البائع والمبیع فی یده فله ان	روبرو پیش کر دیا تو شفیع اس بائع سے دعوی کر سکتا ہی اسواسطے کہ مبیع
یخاصمه فی الشفعة لان الید له	بائع کے قبضہ مین ہی اور اسکا قبضہ اصالةً اور بالذات ہی مگر جبتک مشتری بھی حاضر
وهی ید مستحقة ولا یسمع القاضی	نہو جائیگا قاضی شفیع کے گواہون کی سماعت نہ کریگا جب وہ بھی حاضر ہو جائیگا
البینة حتی یحضر المشتری فیفسخ البیع	تو اوسکے سامنے بیع کو قاضی فسخ کردے گا اور بائع پر شفعہ کا حکم دیدے گا اور یہ
بمشهد منه ویقضی بالشفعة علی	مشتری ثمن کو بائع سے وصول کرے گا دونون کی حاضر ہونیکی اسلیے
البائع ویجعل العهدة علیه لان الملك	ضرورت ہی کہ قبضہ اس صورت مین بائع کا اور ملک مشتری کی ہی
للمشتری والید للبائع والقاضی	اور قاضی دونون امر کا شفیع کے لیے حکم دیتا ہے لہذا دونون کا
یقضی بهما للشفیع فلا بد من	موجود ہونا ضروری ہی۔
حضورهما۔	
۲۱۱ بخلاف ما اذا کانت الدار	۲۱۱ اگر بائع نے مکان مشتری کے قبضہ مین دیدیا اب
قد قبضت حیث لا یعتبر حضور البائع	قاضی کے روبرو بائع کے حاضر ہونے کی کچھ ضرورت نہین ہی اسواسطے
لانه صار اجنبیا اذ لا یبقی له	کہ اب نہ اوسکا قبضہ ہے نہ اوس کی ملک ہے بلکہ وہ

شفیع نے ادا کرنے مین ... کیا تو اسکا شفعہ ... قاضی کے روبرو ... ہو چکی ہی۔

يدٌ ولاملك۔

ایک اجنبی شخص ہے۔

٤٤، وقوله فيفسخ البيع بمشهد منه اشارة الى علة اخرى وهى ان البيع فى حق المشترى اذا كان ينفسخ لابد من حضوره ليقضى بالفسخ عليه ثم وجه هذا الفسخ المذكور ان ينفسخ فى حق الاضافة لامتناع قبض المشترى بالاخذ بالشفعة وهو يوجب الفسخ الا انه يبقى اصل البيع لتعذر انفساخه لان الشفعة بناء عليه ولكنه تتحول الصفقة اليه ويصير كانه هو المشترى منه فلهذا يرجع بالعهدة على البائع۔

٤٤، جس جگہ بائع پر شفیع اپنا دعوی کرے تو مشتری کا بھی حاضر ہونا قاضی کے روبرو ضروری ہوتا ہے جس کی ایک وجہ اوپر بیان ہو چکی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب مشتری کے حق مین اوس بیع کا فسخ کیا جاتا ہے تو اوسکا حاضر ہونا ضروری ہے تاکہ قاضی اوس کے اوپر حکم دے اسلیے کہ غائب کے اوپر قاضی حکم نہین دے سکتا مگر یہ بیع صرف مشتری کے اعتبار سے فسخ ہوتی ہے اسلیے کہ جب شفیع اوسکو بذریعہ شفعہ کے لینا چاہتا ہے تو اب مشتری کسیطرح اوسکو نہین لے سکتا لہذا خواہ مخواہ اوسکے حق مین بیع کا فسخ کیا جائیگا مگر شفیع کے حق مین وہ بیع بدستور قائم رہیگی اسلیے کہ اگر اوسکے حق مین بھی فسخ کر دیجائے تو بذریعہ شفعہ کے مکان کو نہین لے سکتا اور یہ شفیع بمنزلہ مشتری کے ہو جاتا ہے ولہذا مشتری کے لیے بائع ثمن کا ضامن ہوتا ہے۔

٤٥، بخلاف ما اذا قبضه المشترى فاخذه من يده حيث تكون العهدة عليه لانه تم ملكه بالقبض وفى الوجه الاول امتنع قبض المشترى وانه يوجب الفسخ وقد طولنا الكلام فيه فى كفاية المنتهى بتوفيق الله تعالى۔

٤٥، اگر مشتری نے مکان پر قبضہ کر لیا ہو اور شفیع نے اوس کے پاس سے مکان کو لیا ہو تو اوس وقت مین ثمن کی ذمہ داری مشتری پر ہوگی اسلیے کہ قبضہ کرنے سے اوسکو ملکیت تامہ حاصل ہو چکی تھی اور صورت مذکورہ بالا مین مشتری کا قبضہ نہین ہو سکتا جسکی وجہ سے بیع کا فسخ لازم ہو جاتا ہے۔ کفایۃ المنتہی مین خوب بسط کے ساتھ ہم نے بتوفیق اللہ تبارک وتعالے اس کا بیان کر دیا ہے۔

٤٦، **قال** ومن اشترى دارا لغيره فهو الخصم للشفيع لانه هو العاقد والاخذ بالشفعة من حقوق العقد فيتوجه عليه۔

٤٦، اگر ایک شخص نے دوسرے کے لیے مکان خریدا اور ہنوز اوسکے قبضہ مین ہو تو شفیع کو اوسی سے شفعہ کا دعوی کرنا چاہیے اسواسطے کہ خریدنے والا اور عقد کرنے والا وہی ہے اور شفعہ بھی عقد کے احکام مین سے ہے لہذا اوسی سے شفعہ کا مطالبہ کیا جائیگا۔

٤٧، **قال** الا ان يسلمها الى الموكل

٤٧، اگر وکیل نے مکان خرید کر موکل کے قبضہ مین دیدیا

لانه لم یبق له ید ولا ملك فیکون الخصم هو الموکل وهذا لان الوکیل کالبائع من الموکل علی ما عرف فتسلیمه الیه کتسلیم البائع الی المشتری فتصیر الخصومة معه الا انه مع ذلك قائم مقام الموکل فیکتفی بحضوره فی الخصومة قبل التسلیم۔

تو شفیع کو اس صورت مین وکیل پر دعوی نکرنا چاہیے بلکہ موکل پر کرنا چاہیے اسواسطے کہ اب نہ وکیل کا قبضہ ہے نہ اوسکی ملک ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ وکیل موکل کے حق مین بمنزلہ بائع کے ہوتا ہے لہذا وکیل کا مکان کو موکل کے قبضہ مین دینا ایسا ہی جسطرح بائع کا مکان کو مشتری کے قبضہ مین دینا اور جب مشتری کے قبضہ مین مکان آجاتا ہے تو شفیع کو بائع سے کچھ واسطہ نہین رہتا لہذا یہان بھی وکیل سے کچھ واسطہ نہ رہیگا مگر وکیل مین اور بائع مین اتنا فرق ہے کہ اگر ہنوز وکیل نے موکل کے قبضہ

(۷۸) وکذا اذا کان البائع وکیل الغائب فللشفیع ان یاخذها منه اذا کانت فی یده لانه عاقد وکذا اذا کان البائع وصیا لمیت فیما یجوز بیعه لما ذکرنا۔

(۷۸) اگر بائع نے دوسری کیطرف سے ایک مکان فروخت کیا اور ہنوز وہ مکان اوسیکے قبضہ مین ہے تو شفیع اس مکان کو لے سکتا ہے اسواسطے کہ بیع کرنے والا وہی ہے اسیطرح اگر ایک میت کے وصی نے میت کا کوئی مکان فروخت کیا بشرطیکہ وہ بیع جائز ہو اس لیے کہ بعض صورتون مین وصی کی بیع ناجائز ہوتی ہے اور ہنوز وہ مکان اوسیکے قبضہ مین ہے تو شفیع اس مکان کو وصی سے لے سکتا ہے اسلیے کہ بیع

(۷۹) **قال** واذا قضی للشفیع بالدار ولم یکن راها فله خیار الرؤیة وان وجد بها عیبا فله ان یردها وان کان المشتری شرط البراءة منه لان الاخذ بالشفعة بمنزلة الشراء الا یری انه مبادلة المال بالمال فیثبت فیه الخیاران کما فی الشراء ولا یسقط بشرط البراءة من المشتری ولا برؤیته لانه لیس بنائب عنه فلا یملك اسقاطه۔

(۷۹) اگر شفیع کے لیے قاضی نے مکان کا حکم دیدیا اور شفیع نے اوس مکان کو دیکھا نہین ہے تو شفیع کو خیار رویت اور خیار عیب حاصل ہوتا ہے اگرچہ مشتری نے بائع سے اس شرط کو مان لیا ہو کہ مکان مین کچھ عیب نکلے تو مین بری الذمہ ہون اسواسطے کہ بذریعہ شفعہ کے لینا خریدنے کے حکم مین داخل ہوتا ہے اسواسطے کہ وہ مبادلہ المال بالمال ہوتا ہے لہذا اوسمین خیار رویت اور خیار عیب حاصل ہوگا جسطرح مشتری کو حاصل ہوتا ہے اور مشتری کے دیکھ لینے یا بائع کی اس شرط کو کہ عیب سے مین بری الذمہ ہون مان لینے سے شفیع کا خیار رویت اور خیار عیب ساقط نہوگا اسلیے کہ مشتری اوسکا نائب نہین ہے کہ شفیع کی طرف سے خیار رویت اور خیار عیب کو ساقط کرسکے پس شفیع کو اختیار ہوگا کہ اگر مکان مین کچھ عیب نکلے یا پہلے اوس مکان کو نہین دیکھا تھا اب دیکھنے سے اوسکے پسند نہ آوے تو اوسکو واپس کردے

فصل فی الاختلاف

ثمن کے اندر اختلاف واقع ہونے کا بیان

(۵۰) قال وان اختلف الشفيع والمشترى فى الثمن فالقول قول المشترى لان الشفيع يدعى استحقاق الدار عليه عند نقد الاقل وهو ينكر والقول قول المنكر مع يمينه ولا يتحالفان لان الشفيع ان كان يدعى عليه استحقاق الدار فالمشترى لا يدعى عليه شيئًا لتخيره بين الترك والاخذ ولا نص ههنا فلا يتحالفان۔

(۵۰) اگر شفیع اور مشتری کے مابین ثمن کے اندر اختلاف واقع ہو تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ شفیع حقیقت مین اسبات کا مدعی ہے کہ مین نقد اقل ثمن دیکر مکان کے لینے کا مستحق ہون اور مشتری اس سے انکار کرتا ہے اور منکر کا قول حلف کے ساتھ مقبول ہوتا ہے اور دونون سے حلف نہ لیا جائیگا اسواسطے کہ دونون جانب سے حلف لینے کا حکم شرع سے اوسی صورت مین ثابت ہوا ہے کہ جانبین سے دعوی اور جانبین سے انکار پایا جاوے اور یہان اگرچہ شفیع مشتری کے اوپر اس امر کا مدعی ہے کہ ثمن قلیل دیکر مکان کے لینے کا مستحق ہون مگر مشتری شفیع کے اوپر کچھ دعوی نہین کرتا اسواسطے کہ شفیع کو اختیار ہے خواہ مکان کو لے خواہ چھوڑ دے لہذا شفیع سے حلف نہ لیا جائیگا۔

(۵۱) قال ولو اقاما البينة فالبينة للشفيع عند ابى حنيفة ومحمد رح وقال ابو يوسف رح البينة بينة المشترى لانها اكثر اثباتا فصار كبينة البائع والوكيل والمشترى من العدو ولهما انه لا تنافى بينهما فيجعل كان الموجود بيعان وللشفيع ان ياخذ بايهما شاء وهذا بخلاف البائع مع المشترى لانه لا يتوالى بينهما عقدان الا بانفساخ الاول وههنا الفسخ لا يظهر فى حق الشفيع وهو التخريج لبينة الوكيل لانه كالبائع والموكل كالمشترى منه كيف وانها ممنوعة على ما روى عن محمد رح واما المشترى

(۵۱) اگر شفیع اور مشتری کے مابین ثمن کے اندر اختلاف ہوا اور دونون نے گواہ پیش کردئے تو ابو حنیفہ اور محمد رح کے نزدیک شفیع کے گواہ مقبول ہونگے ابو یوسف رح کے نزدیک صورت مذکورہ بالا مین مشتری کے گواہون کا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ اون سے ایکطرح کی زیادتی ثابت ہوتی ہے جسطرح بائع اور وکیل اور تاجر کے گواہ مقبول ہوتے ہین اور ابو حنیفہ اور محمد رح کی اسبات پر کہ شفیع کے گواہ مقبول ہونگے یہ دلیل ہے کہ دونون کے گواہون مین کچھ منافات نہین ہے بلکہ یہ سمجھا جائیگا کہ دونون گواہ سچ کہتے ہین اور گویا مشتری نے دو مرتبہ اسکو خریدا ہے لہذا شفیع کو اختیار ہوگا کہ جس بیع کے اعتبار سے چاہے اوسی کے اعتبار سے مکان کو لے لے بخلاف بائع اور مشتری کے کہ اونکے مابین دو بیع نہین ہوسکتی ہین تاوقتیکہ پہلی بیع فسخ نہو اور یہان پر شفیع کے حق مین فسخ ظاہر نہین ہوسکتا اور اسی سے وکیل کے گواہ مقبول ہونیکی وجہ معلوم ہوسکتی ہے اسواسطے کہ وکیل بمنزلہ بائع کے اور موکل بمنزلہ مشتری کے ہے علاوہ برین یہ بات غیر مسلم ہے کہ وکیل کے گواہ مقبول ہوتے ہین چنانچہ محمد رح سے منقول ہے کہ اوس صورت مین موکل کے گواہ

من العدو وقلنا ذكر في السير الكبير ان البينة بينة المالك القديم فلنا ان نمنع وبعد التسليم نقول لا البيع الثاني هنالك الا بفسخ الاول اما ههنا بخلافه ولان بينة الشفيع ملزمة وبينة المشتري غير ملزمة والبينات للالزام۔

مقبول ہوتے ہیں۔ اور دارالحرب سے جو شخص غلام کو خرید کر لایا ہو اسکے نسبت ہم کو یہ کلام ہے کہ سیر کبیر میں لکھا ہے کہ اصل مالک کے گواہ مقبول ہوتے ہیں لیکن ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اس مشتری کے گواہ مقبول ہوتے ہیں اور اگر ہم تسلیم بھی کر لیں تب بھی اوسکا جواب یہ ہے کہ وہاں بھی دوسری بیع تاوقتیکہ پہلی بیع کا فسخ نہو نہیں ہو سکتی بخلاف صورت متنازعہ فیہا کے ان سب سے علاوہ یہ بات ہے کہ شفیع کے گواہوں سے ایک حق لازم ہو جاتا ہے بخلاف مشتری کے گواہوں کے لہذا شفیع کے گواہ مقبول ہونگے اسلیے کہ گواہوں سے جو مقصود ہے وہ اونکے اندر موجود ہے۔

(٥٣) **قال** واذا ادعى المشتري ثمنا وادعى البائع اقل منه ولم يقبض الثمن اخذها الشفيع بما قاله البائع وكان ذلك حطا عن المشتري وهذا لان الامران كان على ما قال البائع فقد وجبت الشفعة به وان كان على ما قال المشتري فقد حط البائع بعض الثمن وهذا الحط يظهر في حق الشفيع على ما نبين ان شاء الله تعالى ولان التملك على البائع بايجابه فكان القول قوله في مقدار الثمن ما بقيت مطالبته فياخذ الشفيع بقوله۔

(٥٣) اگر مشتری نے اسبات کا دعوی کیا کہ میں نے یہ مکان اسقدر قیمت کو خریدا ہے اور بائع نے اوس سے کم قیمت میں فروخت کرنے کا دعوی کیا تو شفیع اوس مکان کو بائع کے قول کے موافق قیمت ادا کر کے لے سکتا ہے اور بائع کا یہ کہنا گویا مشتری سے قیمت کا کم کر دینا سمجھا جائیگا۔ اس واسطے کہ اس صورت میں اگر مشتری کا قول نفس الامر میں صحیح ہے تب تو ظاہر ہے کہ شفیع پر اسیقدر ثمن کا دینا لازم ہے اور اگر مشتری کا قول صحیح ہے تو بائع نے یہ بات کہکر ثمن میں کمی کر دی اور یہ کمی شفیع کے حق میں بھی ظاہر ہوگی چنانچہ ان شاء اللہ تعالی ہم بیان کرینگے۔ علاوہ بریں شفیع کو یہ حق بائع کے ثابت کرنے سے ثابت ہوا ہے اگر وہ فروخت نہ کرتا تو اسکو کچھ حق نہیں تھا لہذا جبتک بائع کا مطالبہ باقی ہے اوسوقت تک ثمن کے مقدار میں اُسکا قول مقبول ہوگا اور اوسیکے قول کے موافق شفیع کو ثمن ادا کرنا پڑے گا۔

(٥٤) **قال** ولو ادعى البائع الاكثر يتحالفان ويترادان وايهما نكل ظهر ان الثمن ما يقوله الآخر فياخذها الشفيع بذلك وان حلفا يفسخ القاضي البيع على ما عرف وياخذها الشفيع

(٥٤) اگر مشتری کہتا ہے میں نے اس قیمت کو یہ مکان خریدا ہے اور بائع اُس سے زیادہ قیمت کو فروخت کرنے کا مدعی ہے اور ثمن پر قبضہ نہیں کیا ہے تو دونوں سے حلف لیا جائیگا اور بیع فسخ کر دیجائیگی اور اگر ایک نے حلف سے انکار کیا تو ثابت ہو جائیگا کہ دوسرے کا قول صحیح ہے اور اوسیکے موافق شفیع پر ثمن کا دینا لازم ہوگا اور اگر

بقول البائع لان فسخ البيع لا يوجب بطلان حق الشفيع۔

دونون نے حلف کر لیا تو قاضی اوس بیع کو فسخ کر دے گا اور بائع کے قول کے موافق ثمن دیکر شفیع اوس مکان کو لے لیگا اسلیے کہ بیع کے فسخ ہوجانے سے حق شفعہ باطل نہیں ہوتا۔

(۵۵) قال وان كان قبض الثمن اخذ بما قال المشترى ان شاء ولم يلتفت الى قول البائع لانه لما استوفى الثمن انتهى حكم العقد وخرج هو من البين وصار كالاجنبى وبقى الاختلاف بين المشترى والشفيع وقد بيناه۔

(۵۵) اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کرنے کے بعد مشتری سے اختلاف کیا تو شفیع کو مشتری کے قول کے موافق ثمن ادا کر کے مکان کو لینے کا اختیار ہوگا اور بائع کے قول کا اعتبار نہ کیا جائیگا اسلیے کہ جب وہ ثمن وصول کر چکا بیع تمام ہوگئی اور اب اوس سے کچھ واسطہ نہ رہا بلکہ وہ ایک اجنبی شخص ہوگیا اور مشتری اور شفیع کے مابین اب اختلاف رہ گیا جس کا حکم ہم بیان کر چکے ہین۔

(۵۶) ولو كان نقد الثمن غير ظاهر فقال البائع بعت الدار بالف وقبضت الثمن ياخذها الشفيع بالف لانه لما بدأ بالاقرار بالبيع تعلقت الشفعة به فبقوله بعد ذلك قبضت الثمن يريد اسقاط حق الشفيع فيرد عليه ولو قال قبضت الثمن وهو الف لم يلتفت الى قوله لان بالاول وهو الاقرار بقبض الثمن خرج من البين وسقط اعتبار قوله فى مقدار الثمن۔

(۵۶) اگر معلوم نہین تھا کہ بائع نے ثمن کو وصول پالیا یا نہین مگر اوس کے اور مشتری کے مابین اختلاف ہی اور وہ کہتا ہی کہ مین نے ہزار روپیہ کو مکان فروخت کیا ہی اور مین ثمن وصول کر چکا ہون تو شفیع کو ہزار روپیہ زر ثمن دینا پڑینگے اسلیے کہ جسوقت اوس نے اولا اپنی زبان سے فروخت کرنے کا لفظ کہا تو حق شفعہ اوسکے ساتھ متعلق ہوگیا اور اوسکے بعد یہ کہکر کہ مین ثمن کو وصول کر چکا ہون اپنے ذمہ سے حق شفعہ کا ساقط کرنا چاہتا ہی لہذا اوسکا یہ قول معتبر نہوگا اور اگر یہ بات کہی کہ ثمن مین وصول کر چکا اور ثمن ہزار روپیہ تھا تو اوسکے قول کا اعتبار نہ کیا جائیگا اسلیے کہ جب اوسنے اولا ثمن کے وصول کرنے کا اقرار کر لیا تو اب اوس سے کچھ واسطہ نہ رہا اور مقدار ثمن مین اوسکا قول معتبر نہوگا۔

فصل فيما يوخذ به المشفوع

مکان مشفوعہ کے ثمن کا بیان

(۵۷) قال واذا حط البائع عن المشترى بعض الثمن يسقط ذلك عن الشفيع وان حط جميع الثمن

(۵۷) اگر بائع نے مشتری کے حق مین ثمن سے کچھ کمی کر دی تو اوسیقدر شفیع کے حق مین بھی ثمن کم ہو جائیگا اور اگر بائع نے کل ثمن مشتری کو چھوڑ دیا تو شفیع کے ذمہ سے ساقط

لم یسقط عن الشفیع لان حط البعض یلتحق باصل العقد فیظهر فی حق الشفیع لان الثمن ما بقی وکذا اذا حط بعد ما اخذها الشفیع بالثمن یحط عن الشفیع حتی یرجع علیه بذلک القدر-

نہوگا اسلیئے کہ کم کرنے مین وہ کمی اصل بیع کے اندر داخل ہو جاتی ہے لہذا شفیع کے حق مین بھی وہ کمی ظاہر ہوگی اسلیئے کہ کم کرنے کے بعد جسقدر باقی رہا ہو وہی ثمن سمجھا جائیگا اور اگر شفیع نے اصل ثمن دیکر مکان کو لے لیا تھا بعد ازان بائع نے مشتری کے حق مین ثمن کو کم کر دیا اوسوقت بھی شفیع کے حق مین کمی ہو جائیگی اور اوسیقدر واپس

(٥٨) بخلاف حط الکل لانه لا یلتحق باصل العقد بحال وقد بیناه فی البیوع-

(٥٨) اگر بائع نے کل ثمن مشتری کو چھوڑ دیا تو اصل بیع کے اندر یہ ثمن نہین ساقط ہو سکتا اسلیئے کہ بغیر ثمن کے بیع نہین ہو سکتی کتاب البیوع مین ہم اسکو بیان کر چکے ہین-

(٥٩) وان زاد المشتری للبائع لم تلزم الزیادة فی حق الشفیع لان فی اعتبار الزیادة ضررا بالشفیع لاستحقاقه الاخذ بما دونها بخلاف الحط لان فیه منفعة له-

(٥٩) اگر مشتری نے بائع کے لیئے خریدنے کے بعد کچھ ثمن زیادہ کر دیا تو یہ زیادتی شفیع کے اوپر لازم نہوگی اسواسطے کہ اوس مین شفیع کا ضرر ہے بخلاف کمی کے کہ اوس کے اعتبار کرنے مین شفیع کا نفع ہے-

(٦٠) ونظیر الزیادة اذا جدد العقد باکثر من الثمن الاول لم یلزم الشفیع حتی کان له ان یاخذها بالثمن الاول لما بینا کذا ههنا-

(٦٠) اگر مشتری نے مکان کو خرید کر پھر ثمن زیادہ کر کے از سر نو عقد جدید سے اوسکو خرید لیا تو شفیع کو یہ زیادتی لازم نہوگی بلکہ پہلا ثمن اوسکو دینا پڑے گا چنانچہ اسکے مثل ہم بیان کر چکے ہین-

(٦١) قال ومن اشتری دارا بعرض اخذها الشفیع بقیمته لانه من ذوات القیم وان اشتراها بمکیل او موزون اخذها بمثله لانهما من ذوات الامثال وهذا لان الشرع اثبت للشفیع ولایة التملک علی المشتری بمثل ما تملکه فیراعی بالقدر الممکن کما فی الاتلاف والعددی المتقارب

(٦١) اگر ایک شخص نے عروض مین سے (یعنے جو چیزین ذوات القیم ہین اور ناپ تول یا گنتی سے فروخت نہین ہوتی ہین) بعوض کسی چیز کے ایک مکان خریدا تو شفیع کو بعوض اوس مکان کے اوس چیز کے قیمت ادا کرنے پڑیگی اور اگر کسی ایسی چیز سے خریدا جو ناپ تول یا گنتی کے حساب سے فروخت ہوتی ہے تو اوسکا مثل دینا پڑے گا اسلیئے کہ وہ ذوات الامثال مین سے ہے- اسلیئے کہ شارع نے شفیع کو اسبات کا اختیار ثابت کیا ہے کہ جس ثمن سے مشتری اوس مکان کا مالک ہوا ہے اوسی ثمن کے

من ذوات الامثال۔

مثل سے وہ بھی مالک ہو جائے لہذا حتے الامکان اسکی مثلیت کا

(۶۲) وان باع عقارا بعقار اخذ الشفیع کل واحد منهما بقیمة الآخر لانه بدله وهو من ذوات القیم فیاخذه بقیمته۔

(۶۲) اگر ایک مکان کو بعوض ایک مکان کے فروخت کیا تو ہر ایک مکان کا شفیع دوسرے مکان کی قیمت دیکر اپنے شفعہ کے مکان کو لے سکتا ہے اسلیئے کہ ہر ایک مکان دوسرے مکان کا بدلہ ہے اور مکان ذوات القیم میں سے ہے لہذا اوسکی قیمت دینا پڑیگی۔

(۶۳) قال واذا باع بثمن مؤجل فللشفیع الخیار ان شاء اخذها بثمن حال وان شاء صبر حتی ینقضی الاجل ثم یاخذها ولیس له ان یاخذها فی الحال بثمن مؤجل۔

(۶۳) اگر ایک شخص نے قرض کے طور پر ایک مکان فروخت کیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ خواہ فی الحال ثمن دیکر اوس مکان کو لیلے خواہ قرض کی مدت پوری ہونے کا منتظر رہے جب مدت پوری ہو جائے تو اُسوقت ثمن دیکر لے لے یہ اختیار نہ ہوگا کہ اوسیوقت لیکر ثمن کو اوس مدت کے بعد ادا کرے۔

(۶۴) وقال زفر له ذلک وهو قول الشافعی فی القدیم لان کونه مؤجلا وصف فی الثمن کالزیافة والاخذ بالشفعة به فیاخذه باصله ووصفه کما فی الزیوف ولنا ان الاجل انما یثبت بالشرط ولا شرط فیما بین الشفیع والبائع او المبتاع ولیس الرضاء به فی حق المشتری رضاء به فی حق الشفیع لتفاوت الناس فی الملاءة ولیس الاجل وصف الثمن لانه حق المشتری ولو کان وصفا له لتبعه فیکون حقا للبائع کالثمن وصار کما اذا اشتری شیئا بثمن مؤجل ثم ولاه غیره لا یثبت الاجل الا بالذکر کذا هذا۔

(۶۴) امام زفر رح صورت مذکورہ بالا میں فرماتے ہیں کہ اُسکو یہ اختیار ہوگا کہ مکان کو اوسی وقت لیکر قیمت مدت گذرنے کے بعد ادا کرے اور شافعی رح کا قول قدیم بھی یہی ہے اسواسطے کہ ثمن کا مؤجل ہونا بھی ثمن کا ایک وصف ہے جسطرح کھوٹا ہونا ایک وصف ہے اور شفعہ کے اندر شفیع پر وہی ثمن لازم ہوتا ہے جسکے ساتھ بیع قرار پائی ہے لہذا اس وصف کا شفیع کے اعتبار سے بھی لحاظ کیا جائیگا جسطرح کھوٹے روپیکی صورت میں کھوٹے روپے شفیع پر لازم ہوتے ہیں حنفیہ رح کی دلیل یہ ہے کہ ثمن کا قرض کرنا شرط لگانے سے ثابت ہوتا ہے اور شفیع اور بائع یا مشتری کے مابین یہ شرط نہیں ہوئی ہے اور بائع کا مشتری سے قرض دینے پر راضی ہونا شفیع کے حق میں راضی ہونا نہ سمجھا جائیگا اسلیئے کہ لوگ مالداری کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں اور قرض دینا ثمن کا کوئی وصف نہیں ہے اسلیئے کہ وہ مشتری کا حق ہے اگر ثمن کا وصف ہوتا تو ثمن کیساتھ رہتا اسواسطے کہ جس چیز کا وصف ہوتا ہے اُس چیز کیساتھ رہتا ہے اور ثمن بائع کا حق ہے تو لازم تھا کہ قرض بھی

(۶۵) ثم ان اخذها بثمن حال من

(۶۵) اگر ایک شخص نے کسی کے ہاتھ قرض کے طور پر ایک مکان فروخت کیا

البائع سقط الثمن عن المشتري لما بينا من قبل وان اخذها من المشتري رجع البائع على المشتري بثمن مؤجل كما كان لان الشرط الذي جرى بينهما لم يبطل باخذ الشفيع فبقي موجبه فصار كما اذا باعه بثمن حال وقد اشتراه مؤجلا وان اختار الانتظار له ذلك لان له ان لا يلتزم زيادة الضرر من حيث النقدية۔

اور شفیع نے اوسیوقت ثمن ادا کرکے وہ مکان لیلیا تو مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہو جائیگا اسلیے کہ مشتری کے حق میں یہ بیع فسخ ہو جائیگی اور شفیع مشتری کے قائم مقام ہو جائیگا اور اگر شفیع نے مشتری کے پاس سے وہ مکان لیا ہے تو بدستور سابق مشتری کے اوپر بائع کا ثمن قرض رہیگا اسلیے کہ بائع اور مشتری کے درمیان جو شرط قرار پائی ہے شفیع کے لینے سے اوسمین کچھ تغیر نہین ہوا لہذا اسکا حکم برقرار رہیگا جسطرح کوئی شخص ثمن مؤجل کے ساتھ ایک چیز کو خرید کر دوسرے کے ہاتھ نقد داموں سے فروخت کرڈالے تو بائع دوم کو بائع اول کے لیے نقد دام نہین دینے پڑتے بلکہ اوسکا ثمن مؤجل بدستور سابق لازم ہوتا ہے۔ اور اگر صورت مذکورہ مین شفیع نے اوس مدت معین تک انتظار کرنا چاہا تو بھی ہو سکتا ہے اسلیے کہ نقد دام دینے مین اپنا ضرر سمجھکر اوسکو استحقاق ہے کہ اپنے اوپر گوارا نہ کرے۔

(۶۵) وقوله في الكتاب وان شاء صبر حتى ينقضي الاجل مراده الصبر عن الاخذ اما الطلب عليه في الحال حتى لو سكت عنه بطلت شفعته عند ابي حنيفة ومحمد رحمه الله خلافا لقول ابي يوسف الآخر لان حق الشفعة انما يثبت بالبيع والاخذ يتراخى عن الطلب وهو متمكن من الاخذ في الحال بان يؤدي الثمن حالا فيشترط الطلب عند العلم بالبيع۔

(۶۵) قدوری مین جو بیان کیا ہے کہ مکان کے قرض کے طور پر فروخت ہونے کی صورت مین شفیع کو مدت قرض تک انتظار کرنے کا اختیار ہوتا ہے اوس سے یہ مقصود ہے کہ مکان کے لینے مین وہ اس مدت تک صبر کر سکتا ہے طلب شفعہ مین انتظار کرنا مقصود نہین ہے بلکہ طلب شفعہ اسکو فی الحال کرنا چاہیے حتے کہ اگر طلب شفعہ سے اوس نے سکوت کیا تو ابو حنیفہ اور محمد رحمہ کے نزدیک اوس کا شفعہ باطل ہو جائیگا مگر ابو یوسف رحمہ کا قول اخیر اس کے خلاف ہے اون دونون کی دلیل یہ ہے کہ حق شفعہ کا ثبوت بیع کے سبب سے ہوتا ہے اور طلب کے بعد مکان کو لے سکتا ہے اور یہان شفیع کو فی الحال ثمن دیکر اوسیوقت مکان کے لینے کا اختیار ہوتا ہے لہذا علم بالبیع کے ساتھ طلب شفعہ کا پایا جانا ضروری ہے۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۶۶) قال واذا اشترى ذمي بخمر او خنزير وشفيعها ذمي اخذها بمثل الخمر وقيمة الخنزير لان هذا البيع مقضي بالصحة فيما بينهم

(۶۶) اگر ایک ذمی نے بعوض شراب یا خنزیر کے کوئی مکان فروخت کیا اور اوس مکان کا شفیع بھی ایک ذمی شخص ہے تو اس شفیع کو مکان کے لینے مین شراب کی جگہ شراب اور خنزیر کی جگہ خنزیر کی قیمت دینا پڑیگی اسواسطے کہ ذمیون کے مابین یہ بیع صحیح ہوگی اور حق شفعہ مین ذمی اور مسلمان

وحق الشفعة يعم المسلم والذمي والخمر لهم كالخل لنا والخنزير كالشاة فيأخذ في الاول بالمثل والثاني بالقيمة۔

برابر ہیں اور انکے نزدیک شراب ایسی ہے جیسے ہمارے نزدیک سرکہ اور خنزیر ایسا ہے جیسے ہمارے نزدیک بکری لہذا شراب کے بدلہ شراب اور خنزیر کے بدلہ اوسکی قیمت کا دینا لازم ہوگا۔

﴿۶۸﴾ قال وان كان شفيعها مسلما اخذها بقيمة الخمر والخنزير اما الخنزير فظاهر وكذا الخمر لامتناع التسليم والتسلم في حق المسلم فالتحق بغير المثلي وان كان شفيعها مسلما وذميا اخذ المسلم نصفها بنصف قيمة الخمر والذمي نصفها بنصف مثل الخمر اعتبارا للبعض بالكل ولو اسلم الذمي اخذها بنصف قيمة الخمر لعجزه عن تمليك الخمر وبالاسلام يتاكد حقه لا ان يبطل فصار كما اذا اشتراها بكر من رطب فحضر الشفيع بعد انقطاعه ياخذها بقيمة الرطب كذا هذا۔

﴿۶۸﴾ اگر ایک ذمی نے بعوض شراب یا خنزیر کے ایک مکان خرید لیا اور اسکا شفیع کوئی مسلمان شخص ہے تو اس شفیع پر شراب اور خنزیر کی قیمت لازم ہوگی خنزیر کی قیمت کا لازم ہونا تو ظاہر ہے اسواسطے کہ خنزیر ذوات القیم میں سے ہے اور شراب کی قیمت اسواسطے دینا پڑیگی کہ مسلمان کے حق میں شراب کا لین دین ممنوع ہے لہذا مسلمان کے حق میں شراب ذوات الامثال میں سے شمار کیجائیگی اور اگر اوس مکان میں دو شخص شفیع ہیں جنمیں سے ایک مسلمان اور ایک ذمی ہے تو مسلمان کو نصف مکان کے بدلہ میں شراب کی نصف قیمت اور ذمی کو نصف مکان کے بدلہ میں نصف شراب کے بدلہ شراب دینا پڑیگی الغرض جس امر کا کل میں لحاظ کیا جائیگا اسکے اجزا میں بھی لحاظ کیا جائیگا۔ اور اگر وہ شفیع ذمی مسلمان ہو گیا تو اسکو بھی شراب کی نصف قیمت دینا پڑیگی اسلیے کہ مسلمان ہو جانیکی وجہ سے وہ شراب نہیں دے سکتا ہے اور مسلمان ہو جانے سے اوسکا شفعہ باطل نہو گا بلکہ اسکو مستحکم ہو جائیگا اور اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص بعوض پانچ من تازہ چھوہاروں کے ایک مکان خریدے اور جب انکی فصل جاتی رہی اور بازار میں انکا آنا بند ہو جائے تو شفیع حاضر ہو کر اپنے شفعہ کا دعویٰ کرے کہ اس شفیع کو چھوہاروں کی قیمت

[illegible]

فصل

﴿۶۹﴾ قال واذا بنى المشتري فيها او غرس ثم قضى للشفيع بالشفعة فهو بالخيار ان شاء اخذها بالثمن وقيمة البناء والغرس وان شاء كلف المشتري قلعه۔

فصل

﴿۶۹﴾ اگر مشتری نے زمین کے اندر کچھ عمارت بنالی یا درخت لگا لیے تو شفیع کو اختیار ہوگا خواہ مکان کو مع عمارت اور درختوں کے لے لے اور مکان کا ثمن اور عمارت و درختوں کی قیمت ادا کردے خواہ مشتری سے کہے کہ یہ عمارت اور درخت اوکھاڑ لے اور زمین کو خالی کر دے۔

﴿۷۰﴾ وعن ابي يوسف انه لا يكلف القلع ويخير بين ان ياخذ بالثمن

﴿۷۰﴾ ابو یوسف رح فرماتے ہیں صورت مذکورہ بالا میں شفیع کو یہ اختیار نہو گا کہ مشتری سے زمین کو خالی کرا کر لیلے بلکہ اوسکو صرف یہ اختیار ہوگا

وقيمة البناء والغرس وبين ان
يترك وبه قال الشافعي رح الا ان
عنده له ان يقلع ويعطي قيمة البناء
لابي يوسف انه محق في البناء لانه
بناه على ان الدار ملكه والتكليف
بالقلع من احكام العدوان وصار
كالموهوب له والمشتري شراء فاسدا
وكما اذا زرع المشتري فانه
لا يكلف القلع وهذا لان في ايجاب
الاخذ بالقيمة دفع اعلى الضررين
بتحمل الادنى فيصار اليه ووجه ظاهر
الرواية انه بنى في محل تعلق به حق
متاكد للغير من غير تسليط من
جهة من له الحق فينقض كالراهن
اذا بنى في المرهون وهذا لان حقه
اقوى من حق المشتري لانه يتقدم
عليه ولهذا ينقض بيعه وهبته
وغيره من تصرفاته بخلاف
الهبة والشراء الفاسد عند
ابي حنيفة رح لانه حصل بتسليط
من جهة من له الحق ولان حق
الاسترداد فيهما ضعيف ولهذا
لا يبقى بعد البناء وهذا الحق يبقى
فلا معنى لايجاب القيمة كما في
الاستحقاق والزرع يقلع قياسا

کہ زمین کو مع عمارت وغیرہ کے لیلئے اور زمین کا ثمن اور عمارت وغیرہ کی قیمت
مشتری کو ادا کر دے یا بالکل شفعہ سے دست بردار ہو جائے اسواسطے کہ
مشتری نے یہ عمارت بیجا نہین بنائی ہی بلکہ اسکو بنانے کا حق تھا اسواسطے
کہ وہ زمین اوسکی مملوک ہی اور اوسکو اوکھاڑنے کا حکم دینا ظلم ہی اور اوسکی
مثال ایسی ہی کہ ایک شخص کسی کو ایک زمین ہبہ کر دے اور موہوب لہ یعنے جسکو
زمین ہبہ کی ہی اوس زمین مین کچھ عمارت بنالے تو ہبہ کرنے والے کو اسبات کا
حق نہین ہوتا کہ اوس سے زمین کو خالی کراکر واپس کرلے یا کوئی شخص بیع فاسد سے
ایک زمین خرید کر اوسمین کچھ عمارت بنالے تو بائع کو اختیار نہین ہوتا کہ اوس
زمین کو خالی کراکے واپس کرلے یا مشتری زمین کے اندر کھیت بو دے تو شفیع کو
کھیتی کے کٹنے تک انتظار کرنا پڑتا ہی اوسکو اوکھاڑ نہین سکتا۔ اور اوسکی
وجہ یہ ہی کہ اگر مشتری کو اوکھاڑنے کا حکم دیا جائے تو مشتری کا ضرر بہت زیادہ
ہی اور اگر شفیع قیمت ادا کرکے اوسکو لے لے تو چندان ضرر نہین ہی۔ اور ظاہر
روایت یعنے شفیع کو زمین کے خالی کرانے کا اختیار حاصل ہونے کی وجہ یہ ہی
کہ مشتری کا عمارت بنانا اوس زمین مین بیجا ہی اسواسطے کہ اوس زمین مین
شفیع کا حق ثابت ہو رہا ہی اور شفیع نے اوسکو عمارت بنانے کا اختیار نہین
دیا ہی لہذا اوسکا تصرف باطل ہوگا جسطرح راہن زمین مرہونہ مین عمارت بنالے
تو مالک کو عمارت کے گرانے کا استحقاق ہوتا ہی اور اسکا منشا یہ ہی کہ شفیع کے حق کو
مشتری کے حق پر ترجیح ہی اسواسطے کہ شفیع کا حق اوسپر مقدم ہوتا ہی ولہذا
مشتری کی بیع اور ہبہ وعلیٰ ہذا القیاس تمام تصرفات باطل ہو جاتے ہین بخلاف
ہبہ کے اور نیز ابو حنیفہ رح کے نزدیک بیع فاسد کے اندر تصرف کے باطل نہونے کے
اور وجہ ہی وہ یہ ہی کہ ہبہ اور بیع فاسد مین موہوب لہ اور مشتری کا یہ تصرف
واہب اور بائع کے اختیار دینے سے ہوا ہی علاوہ برین ان دونون مین واپس
لینے کا حق ضعیف ہی ولہذا تصرف کرنے کے بعد واپس لینے کا حق جاتا رہتا ہی
اور شفعہ کا حق مشتری کے تصرف کرنے سے نہین جاتا اور جب ثابت ہو گیا کہ شفیع کو
مشتری کے عمارت کے منہدم کرانے کا اختیار ہی تو پھر اوسپر قیمت کیونکر واجب ہو سکتی ہے

وانما لا يقلع استحسانا لان له نهاية معلومة ويبقى بالاجر وليس فيه كثير ضرر وان اخذه بالقيمة يعتبر قيمته مقلوعا كما بيناه في الغصب۔

جسطرح مشتری زمین مین کچھ عمارت بنالے بعدازان زمین مین کسی کا حق برآمد ہو تو اوس حقدار سے مشتری عمارت کی قیمت نہین لے سکتا بلکہ بایع سے مطالبہ کرتا ہے باقی رہا کھیتی پر قیاس کرنا اوسکا جواب ہے کہ قیاس کا یہی مقتضا ہے کہ شفیع کو اوسکے اوکھاڑنے کا اختیار دیا جائے مگر استحسان کے طور پر اُسکے کٹنے تک انتظار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اسواسطے کہ کھیتی کی مدت مقرر ہوتے ہی اور اسکا کرایہ بھی مشتری سے لیا جاتا ہے

(۷۱) ولو اخذها الشفيع فبنى فيها اوغرس ثم استحقت رجع بالثمن لانه تبين انه اخذه بغير حق ولا يرجع بقيمة البناء والغرس لا على البائع ان اخذها منه ولا على المشتري ان اخذها منه وعن ابي يوسف انه يرجع لانه متملك عليه فنزل منزلة البائع والمشتري والفرق على ما هو المشهور ان المشتري مغرور من جهة البائع ومسلط عليه من جهته ولا غرور ولا تسليط في حق الشفيع من المشتري لانه مجبور عليه۔

(۷۱) اگر شفیع نے حق شفعہ مین ایک زمین کو لیکر اوسمین کچھ عمارت بنالی یا درخت لگا لیے بعدازان اوس زمین مین کسی کا حق برآمد ہوا تو یہ شفیع ثمن کو واپس کرلیگا اسلیے کہ حق برآمد ہونے سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ زمین ناحق لی تھی اور اُس عمارت یا درختون کی قیمت کا کسی سے مطالبہ نکرسکیگا اگر بایع سے زمین کو لیا تھا تو بایع سے مطالبہ نہین کرسکتا اور اگر مشتری سے لیا ہے تو مشتری سے مطالبہ نہین کرسکتا۔ اور ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ عمارت اور درختونکی قیمت کا مطالبہ کرسکتا ہے اسواسطے کہ شفیع نے جس شخص سے مکان کو لیا ہے وہ بمنزلہ بایع کے ہے اور شفیع بمنزلہ مشتری کے ہے اور روایت مشہورہ کے مطابق دونون مین یہ فرق ہے کہ مشتری کو بایع کی طرف سے فریب کا احتمال اور تسلط حاصل ہوتا ہے اور شفیع کو مشتری یا بایع کی طرف سے تسلط یا فریب نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ جبرًا مالک بنجاتا ہے لہذا عمارت وغیرہ کی قیمت کا مشتری مطالبہ کرسکتا ہے اور شفیع نہین کرسکتا۔

(۷۲) قال واذا انهدمت الدار اواحترق بناؤها او جف شجر البستان بغير فعل احد فالشفيع بالخيار ان شاء اخذها بجميع الثمن لان البناء والغرس تابع حتى دخلا في البيع من غير ذكر فلا يقابلهما شيء من الثمن ما لم

(۷۲) اگر ایک شخص نے کوئی مکان یا باغ خریدا اور خود بخود مکان کی عمارت منہدم ہو گئی یا اوسمین آگ لگ گئی اور باغ کے درخت خشک ہو گئے تو شفیع کو اختیار ہے کہ اپنے شفعہ سے یا تو دست بردار ہو جائے اسلیے کہ شفیع لینے مین مجبور نہین ہوسکتا یا کل ثمن دیکر اوس مکان کو لیلے اسواسطے کہ عمارت اور درخت زمین کے تابع ہوتے ہین اسی لیے بغیر ٹھیرائے عمارت اور درخت زمین کی بیع مین داخل ہو جاتی ہین لہذا جبتک وہ مقصود بالذات چیز نہون اوسوقت تک ثمن کا کوئی حصہ اونکے مقابل نہ سمجھا جائیگا اسیواسطے

یصیر مقصودا ولهذا یبیعها مرابحة بکل الثمن فی هذه الصورة بخلاف ما اذا اغرق نصف الارض حیث یاخذ الباقی بحصته لان الفائت بعض الاصل قال وان شاء ترك لان له ان یمتنع عن تملك الملك بماله۔

اس صورت مین مشتری اس زمین کو نفع ٹھیرا کر دوسرے کے ہاتھ عمارت وغیرہ کے بغیر ذکر کیے شرعاً فروخت کر سکتا ہے بخلاف اوس صورت کے کہ اس زمین کا ایک حصہ دریا برد ہو جائے کہ شفیع باقی زمین کو اوسیکے قدر ثمن ادا کرکے لے سکتا ہے اسواسطے کہ یہان اصل مبیع کا ایک حصہ فوت ہو گیا ہے

\+ \+ \+ \+ \+

۷۳، قال وان نقض المشتری البناء قیل للشفیع ان شئت فخذ العرصة بحصتها وان شئت فدع لانه صار مقصودا بالاتلاف فیقابله شیء من الثمن بخلاف الاول لان الهلاك بآفة سماویة ولیس للشفیع ان یاخذ النقض لانه صار مفصولا فلم یبق تبعا۔

۷۳، اگر مشتری نے مکان کی عمارت کو خود اوکھاڑ ڈالا تو شفیع سے کہا جائیگا اگر منظور ہو تو اس اراضی کے قدر ثمن دیکر اراضی کو لیلے ورنہ شفعہ سے دست بردار ہو جا اس لیے کہ منہدم کرنے سے عمارت مقصود بالذات چیز ہو گئی لہذا ثمن اوسپر تقسیم کیا جائیگا بخلاف اوس صورت کے کہ عمارت خود بخود منہدم ہو جائے اور اُس عمارت کی اینٹ پتھر وغیرہ شفیع نہین لے سکتا ہے اسواسطے کہ اونکو زمین سے کچھ علاقہ نہین رہا بلکہ وہ جداگانہ چیز ہو گئی۔

۷۴، قال ومن ابتاع ارضا وعلی نخلها ثمر اخذها الشفیع بثمرها ومعناه اذا ذکر الثمر فی البیع لانه لا یدخل من غیر ذکر وهذا الذی ذکره استحسان وفی القیاس لا یاخذه لانه لیس بتبع الا یری انه لا یدخل فی البیع من غیر ذکر فاشبه المتاع فی الدار وجه الاستحسان انه باعتبار الاتصال صار تبعا للعقار کالبناء فی الدار

۷۴، اگر ایک شخص نے ایک باغ مع پھل کے خریدا یعنے بیع کے اندر پھل بھی ٹھیرا لیا جو درختون کے اوپر ہے اسواسطے کہ باغ کی بیع مین بغیر ٹھیرائے پھل نہین داخل ہوتا تو شفیع کو یہ باغ مع پھل کے ملجائیگا مگر یہ حکم استحسان کے طور پر ہے اسواسطے کہ از روی قیاس شفیع کو یہ پھل نہین ملنا چاہیے کیونکہ وہ توابع مین سے نہین ہے اسیواسطے بغیر ٹھیرائے زمین کے بیع مین درختون کا پھل داخل نہین ہوتا اور اوسکو اسباب کا حکم ہے۔ استحسان کی یہ وجہ ہے کہ اتصال خلقی کے اعتبار سے پھل زمین کے تابع ہین جس طرح عمارت اور وہ چیزین جو عمارت کے اندر نصب ہین زمین کے تابع سمجھی جاتی ہین لہذا

وما کان مرکبا فیه فیاخذہ الشفیع۔ | شفیع کے پھل کے لینے کا حکم دیا گیا

+ + + + + +

(۷۵) قال وکذلک ان ابتاعها ولیس فی النخیل ثمر فاثمر فی ید المشتری یعنی یاخذہ الشفیع لانه مبیع تبعا لان البیع سری الیه علی ما عرف فی ولد المبیع۔

(۷۵) اگر ایک زمین خریدی اور اوسکے درختوں پر خریدتے وقت پھل نہیں تھا مگر مشتری کے پاس اگر درختوں پر پھل آگیا تو شفیع کو زمین کے ساتھ وہ پھل بھی ملجائیگا اسواسطے کہ بالتبع پھل بھی مبیع کے اندر شامل ہے اور بیع کا اثر اوسکے اندر بھی پہونچ گیا ہے اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص ایک حاملہ لونڈی کو خریدے اور مشتری کے پاس آکر اوسکے بچہ پیدا ہو تو وہ مشتری کی ملک ہوگا

(۷۶) قال فان جذہ المشتری ثم جاء الشفیع لا یاخذ الثمر فی الفصلین جمیعا لانه لم یبق تبعا للعقار وقت الاخذ حیث صار مفصولا عنه فلا یاخذہ۔

(۷۶) اگر مشتری نے زمین کو خرید کر اوسکے درختوں کا پھل توڑ لیا بعد ازاں شفیع حاضر ہوا تو وہ پھل کو نہیں لے سکتا خواہ خریدتے وقت درختوں پر پھل موجود ہو خواہ مشتری کے پاس آکر اونپر پھل آیا ہو اسواسطے کہ اب وہ پھل زمین کا تابع نہیں رہا بلکہ جداگانہ لائق بیع ہوگیا لہذا اوسکو نہیں لے سکتا ہے۔

(۷۷) قال فی الکتاب فان جذہ المشتری سقط عن الشفیع حصته قال رضی الله عنه وهذا جواب الفصل الاول لانه دخل فی البیع مقصودا فیقابله شیء من الثمن اما فی الفصل الثانی یاخذ ما سوی الثمر بجمیع الثمن لان الثمر لم یکن موجودا عند العقد فلا یکون مبیعا الا تبعا فلا یقابله شیء من الثمن والله اعلم۔

(۷۷) قدوری میں بیان کیا ہے اگر مشتری نے پھل کو توڑ لیا تو پھل کی قدر شفیع کے ذمہ سے ثمن میں کمی کردیجائیگی مصنف رح کا قول ہے کہ یہ اوس صورت میں ہے جبکہ خریدتے وقت درختوں پر پھل موجود ہو اسواسطے کہ اوسوقت میں پھل بیع کے اندر مقصود بالذات ہوگا اور ثمن اوسکے اوپر تقسیم ہوجائیگا اور اگر پھل اوسوقت درختوں پر نہیں تھا بلکہ مشتری کے پاس آکر پھل آیا تو وہ بیع کے اندر بالذات داخل نہوگا بلکہ بالتبع داخل ہوگا اور ثمن کا کوئی حصہ اوس کے مقابل نہ سمجھا جائیگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

باب ما تجب فیه الشفعة وما لا تجب

اس بات کا بیان کہ کس چیز میں شفعہ ثابت ہوتا ہی اور کس چیز میں نہیں ثابت ہوتا

﴿۷۸﴾ قال الشفعة واجبة فی العقار وان کان مما لا یقسم

﴿۷۸﴾ شفعه غیر منقول چیز مین ثابت ہوتا ہی اگر چہ اسکی تقسیم نہو سکے۔

﴿۷۹﴾ وقال الشافعی رح لا شفعة فیما لا یقسم لان الشفعة انما وجبت دفعا لمؤنة القسمة وهذا لا یتحقق فیما لا یقسم ولنا قوله علیه السلام الشفعة فی کل شیء عقار او ربع الی غیر ذلك من العمومات ولان الشفعة سببها الاتصال فی الملك والحکمة دفع ضرر سوء الجوار علی ما مر وانه ینتظم القسمین ما یقسم وما لا یقسم وهو الحمام والرحی والبیر والطریق۔

﴿۷۹﴾ امام شافعی رح کے نزدیک جن غیر منقولات کی تقسیم نہین ہو سکتی اونمین شفعه ثابت نہین ہوتا اسواسطے کہ انکے نزدیک شفعه اسلیے مقرر کیا گیا ہی کہ تقسیم کرنے کی دقت نہ کرنی پڑے اور جو چیزین خود قابل تقسیم نہین ہی اونمین یہ دقت ہی نہین لازم آسکتی تا کہ شفعه مقرر کیا جائے حنفیہ کی دلیل یہ ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شفعه ہر چیز مین ہے خواہ زمین ہو یا مکان ہو وعلے ہذا القیاس اور بہت سی احادیث ہین جن سے عام طور پر تمام غیر منقولات مین شفعه کا ہونا ثابت ہوتا ہی علاوہ برین شفعه کا سبب اتصال ملکیت ہی اور اوسکے اندر حکمت یہ ہی کہ لوگون کو جوار کے ضرر سے امن رہے اور یہ بات تمام غیر منقولات کو شامل ہے خواہ وہ تقسیم کے قابل ہون یا نہون جیسے حمام پنچکی کنوان راستہ۔

﴿۸۰﴾ قال ولا شفعة فی العروض والسفن لقوله علیه السلام لا شفعة الا فی ربع او حائط وهو حجة علی مالك رح فی ایجابها فی السفن ولان الشفعة انما وجبت لدفع ضرر سوء الجوار علی الدوام والملك فی المنقول لا یدوم حسب دوامه فی العقار فلا یلحق به۔

﴿۸۰﴾ منقولات چیزون مین اور کشتی مین شفعه نہین ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بجز مکان یا باغ کے کسی چیز مین شفعه نہین ہے۔ اور امام مالک رح کے نزدیک کشتی مین شفعه ثابت ہوتا ہے مگر یہ حدیث اونکے اوپر حجت ہے اور منقولات مین شفعه ثابت نہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ شفعه ضرر جوار کے دور کرنے کے لیے مقرر ہوا ہی اور منقولات مین ہمیشہ کے لیئے ملکیت نہین ہوتی جسطرح غیر منقولات مین ہوتی ہے لہذا غیر منقولات کا حکم اونکو نہین دے سکتے۔

﴿۸۱﴾ وفی بعض نسخ المختصر ولا شفعة فی البناء والنخل اذا بیعت دون العرصة وهو صحیح

﴿۸۱﴾ قدوری کے بعض نسخون مین لکھا ہی کہ اگر عمارت یا درخت بغیر زمین کے فروخت ہون تو انمین شفعه ثابت نہو گا اور یہ قول صحیح ہی چنانچہ مبسوط مین بھی اسکو بیان کیا ہی اسواسطے

مذکور فی الاصل لانه لا قرار
له فكان نقليا وهذا الخلاف العلو
حيث يُستحق بالشفعة ويستحق به
الشفعة في السفل اذا لم يكن طريق
العلو فيه لانه بما له من حق القرار
التحق بالعقار۔

۸۲، قال والمسلم والذمي في
الشفعة سواء للعمومات ولانهما
يستويان في السبب والحكمة
فيستويان في الاستحقاق ولهذا
يستوي فيه الذكر والانثى والصغير
والكبير والباغي والعادل والحر
والعبد اذا كان ماذونا
اومكاتبا۔

۸۳، قال واذا ملك العقار
بعوض هو مال وجبت فيه الشفعة
لانه امكن مراعاة شرط الشرع
فيه وهو التملك بمثل ما تملك
به المشتري صورة او قيمة
على ما مر۔

۸۴، قال ولا شفعة في الدار التي
يتزوج الرجل عليها او يخالع المرأة
بها او يستاجر بها دارا او غيرها
او يصالح بها عن دم عمدا و يعتق
عليها عبدا لان الشفعة عندنا

کہ عمارت اور درختوں کو زمین کے بغیر قیام نہیں ہو سکتا لہذا وہ
منقولات مین داخل ہین بخلاف بالاخانہ کے کہ اگر اوسکا راستہ نیچے کے
مکان مین کو ہوکر نہ ہوا ہو سوقت بھی جوار کی وجہ سے نیچے والے کو
بالاخانہ مین اور بالاخانہ والے کو نیچے کے مکان مین حق شفعہ
ثابت ہوتا ہے اسواسطے کہ بالاخانہ کو ہمیشہ کے لیے نیچے کے مکان پر
قائم رہنے کا حق ہے لہذا اوس کو غیر منقول کا حکم دیا گیا

۸۲، شفعہ کے اندر مسلمان اور ذمی سب برابر ہین اسواسطے
کہ جن نصوص سے حق شفعہ ثابت ہوتا ہے اونمین کسی کی تخصیص کا
بیان نہین ہے بلکہ وہ عام ہین علاوہ برین شفعہ کا جو سبب ہے
اور اوسکے مقرر کرنے مین جو حکمت ہے اوسمین بھی مسلمان اور ذمی
برابر ہین لہذا استحقاق مین بھی برابر ہونگے اسیواسطے
مرد اور عورت بالغ اور نابالغ باغی اور اہل حق حر اور غلام
بشرطیکہ ماذون یا مکاتب ہو سب برابر
ہوتے ہین۔

۸۳ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی اراضی یا مکان
کا بعوض کسی قسم کے مال کے مالک ہو تو اوسمین شفیع کا شفعہ
ثابت ہو جاتا ہے اسلیے کہ جب بعوض کسی قسم کے مال کے
مالک ہوا ہے تو شفعہ کے معنے اوس جگہ پائے جا سکتے ہین یعنے
شفیع اوس مال کا مثل ادا کر کے مبیع کو لے سکتا ہے خواہ صورۃً
مثل ادا کرے خواہ قیمت کے اعتبار سے چنانچہ اسکی صورتین مذکور ہو چکین

۸۴، اگر بعوض ایک مکان کے کسی عورت سے نکاح کیا
یا عورت نے بعوض ایک مکان کے خاوند سے خلع کیا یا ایک
مکان غیر کو بعوض ایک مکان کے کچھ مدت کے لیے کرایہ پر لیا یا کسی نے
دوسرے کو قصداً قتل کر ڈالا اور مقتول کے وارثین نے قاتل سے
ایک مکان لیکر راضی نامہ کر لیا یا ایک مکان کے عوض غلام کو آزاد کیا

انما تجب فی مبادلة المال بالمال لما بينا وهذه الاعواض ليست باموال فايجاب الشفعة فيها خلاف المشروع وقلب الموضوع۔

توان سب مکانات مین شفعہ ثابت نہین ہوتا اسلیے کہ حنفیہ کے نزدیک مبادلہ مال بمال کی صورت مین شفعہ ثابت ہوتا ہی ورنہ شفعہ کے معنے بین پائے جاسکتے اور یہان تمام چیزین جنکے عوض مکان کو لیا ہی مال کے قبیلہ سے نہین ہین لہذا اونکے اندر شفعہ کا ثابت ہونا بیجا ہی۔

(۸۵) وعند الشافعی رح تجب فيها الشفعة لان هذه الاعواض متقومة عنده فامكن الاخذ بقيمتها ان تعذر بمثلها كما فی البيع بالعرض بخلاف الهبة لانه لاعوض فيها راسا وقوله يتأتى فيما اذا جعل شقصا من دار مهرا وما يضاهيه لانه لاشفعة عنده الافيه ونحن نقول ان تقوم منافع البضع فی النكاح وغيرها بعقد الاجارة ضروری فلا يظهر فی حق الشفعة وكذا الدم والعتق غير متقوم لان القيمة ما يقوم مقام غيره فی المعنى الخاص المطلوب ولا يتحقق فيهما

(۸۵) شافعی رح کے نزدیک صور مذکورہ بالا مین شفعہ ثابت ہوتا ہی اسلیے کہ اونکے نزدیک ان سب چیزون کے قیمت ہی اور اونکا مثل شفیع نہین ادا کرسکتا ہی لہذا اونکی قیمت دیکر مکان کو لے سکتا ہی جیسے کوئی مکان بعوض غلام یا گھوڑے وغیرہ کے فروخت ہو تو شفیع کو گھوڑے وغیرہ کی قیمت ادا کرنا پڑیگی بخلاف ہبہ کے کہ اوسمین سرے سے عوض ہی نہین پایا جاتا مگر امام شافعی رح کے نزدیک ان صورتون کے اندر شفعہ صرف اوسیوقت ثابت ہوسکتا ہی کہ مکان کا ایک حصہ مہر وغیرہ قرار دیا جائے کہ اوس مکان کے شریک کو حق شفعہ ثابت ہو جائیگا ورنہ ثابت نہوگا اسواسطے کہ اونکے نزدیک جار کو حق شفعہ نہین ہی حنفیہ کی طرف سے اسکا جواب یہ ہی کہ شرمگاہ کے منافع وعلے ہذا القیاس عقد اجارہ کے اندر منافع کی قیمت لوگون کی ضرورت کا لحاظ فرماکر شارع نے مقرر کی ہی لہذا شفعہ کے اعتبار سے ان چیزون کی قیمت کا نہ لحاظ کیا جائیگا اسیطرح قتل کرنے اور آزاد کرنے کے اصل مین کچھ قیمت نہین ہی اسواسطے کہ قیمت اوسکو کہتے ہین جو دوسری چیز کے غرض خاص یعنے مالیت مین قائم مقام ہوسکے اور قتل کرنے یا آزاد کرنے کے اندر۔

(۸۶) وعلى هذا اذا تزوجها بغير مهر ثم فرض لها الدار مهرا لانه بمنزلة المفروض فی العقد فی كونه مقابلا بالبضع بخلاف ما اذا باعها بمهر المثل او بالمسمى لانه مبادلة مال بمال۔

(۸۶) اگر ایک عورت سے نکاح کیا اور نکاح کے وقت کچھ مہر نہین مقرر کیا مگر اوسکے بعد ایک مکان اوسکا مہر مقرر کر دیا تو اس مکان مین بھی شفعہ نہوگا اسلیے کہ شرمگاہ کے عوض ہونے مین اس کا حکم ایسا ہی ہی جسطرح نکاح کے وقت مقرر کرنے مین ہوتا۔ بخلاف اوس صورت کے کہ بعوض مہر مثل یا مہر معین کے ایک مکان کو عورت کے ہاتھ فروخت کردے کہ مبادلہ مالیہ کی وجہ سے اوسمین شفعہ ثابت ہو جائیگا۔

(۸۷) ولو تزوجها على دار على

(۸۷) اگر ایک عورت سے بعوض ایک مکان کے باین قرار داد

ان ترد عليه الفا فلا شفعة في جميع
الدار عند ابي حنيفة رح وقالا
تجب في حصة الالف لانه مبادلة
مالية في حقه وهو يقول معنى البيع
فيه تابع ولهذا ينعقد بلفظ النكاح
ولا يفسد بشرط النكاح فيه ولا
شفعة في الاصل فكذا في التبع
ولان الشفعة شرعت في المبادلة
المالية المقصودة حتى ان المضارب
اذا باع دارا وفيها ربح لا يستحق
رب المال الشفعة في حصة الربح
لكونه تابعا فيه۔

نکاح کیا کہ وہ عورت ہزار روپیہ اسکو ادا کرے تو ابو حنیفہ رح کے نزدیک
اوس مکان میں بالکل شفعہ نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک بقدر ہزار
روپیہ کے مکان کے ایک حصہ میں شفعہ ہوگا اسواسطے کہ اوس قدر
حصہ میں مبادلہ مالیہ پایا جاتا ہے امام صاحب رح کی طرف سے
یہ جواب ہے کہ بیع کے معنے اوس مکان میں بالتبع پائے جاتے ہیں۔
ولہذا نکاح کی لفظ سے اوسکے بیع ہو جاتی ہے اور نکاح کی شرط لگانے سے وہ بیع
فاسد نہیں ہوتی اور اگر حقیقت میں بیع ہوتی تو ضرور فاسد ہو جاتی
اور نکاح کے اندر شفعہ نہیں ہوتا لہذا اس بیع میں بھی جو نکاح کے تابع ہے شفعہ نہوگا
علاوہ بریں شفعہ اوس مبادلہ کے اندر مقرر کیا گیا ہے جو مقصود بالذات ہو حتی کہ
اگر مضارب ایک مکان فروخت کرے جسمین نفع کا بھی ایک حصہ ہو تو رب المال
کو اوس حصہ کے عوض میں شفعہ کا استحقاق نہیں ہوتا اسواسطے کہ اوسمین
اوس حصہ کی بیع بالتبع داخل ہے۔

(۸۸) قال او يصالح عليها بانكار
فان صالح عليها باقرار وجبت
الشفعة قال رضي الله عنه هكذا
ذكر في اكثر نسخ المختصر والصحيح او يصالح
عنها بانكار مكان قوله عليها اذا صالح
عنها بانكار بقي الدار في يده فهو
يزعم انها لم تزل عن ملكه وكذا
اذا صالح عنها بسكوت لانه يحتمل
انه بذل المال افتداء ليمينه
وقطعا لشغب خصمه كما اذا انكر
صريحا بخلاف ما اذا صالح عنها
باقرار لانه معترف بالملك
للمدعي وانما استفاده بالصلح

(۸۸) اگر ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا اور دوسرے نے
انکار کیا بعد ازاں مدعی علیہ نے مدعی کو ایک مکان دیکر فیصلہ کر لیا
تو اس مکان میں شفعہ نہوگا اور اگر مدعی علیہ نے مال کا اقرار کرنے کے بعد مدعی کو
یہ مکان دیکر صلح کی تو شفعہ ثابت ہوگا۔ مگر مصنف رح نے بیان کیا ہے کہ قدوری کے
اکثر نسخوں میں علیہا کا لفظ ہے جسکے موافق یہ معنے ہوتے ہیں اور صحیح یہ ہے
کہ علیہا کی جگہ عنہا کا لفظ ہے اوسکے موافق یہ معنے ہونگے کہ اگر دو شخصوں کے
مابین ایک مکان میں تنازع درپیش ہوا اور مدعی علیہ اوسمین ساکن ہو اور کچھ مال دیکر
مدعی سے صلح کر لے اور وہ مکان اوسکے قبضہ میں باقی رہے کہ ایسے وقت میں یہ
مدعی علیہ اپنے گمان میں پہلے اس مکان کو اپنی ملک سمجھتا تھا اور اب بھی سمجھتا ہے
تو اس مکان میں شفعہ نہوگا اسیطرح اگر بجائے انکار کے مدعی علیہ نے سکوت کیا
اور کچھ مال لیکر مدعی سے صلح کر لی تو بھی اس مکان میں کسیکا شفعہ نہوگا اسلیے کہ ممکن
ہے اس مدعی علیہ نے مدعی کا جھگڑا پاک کرنے اور قسم سے بچنے کے لیے یہ مال صرف
کیا ہو جسطرح صریح انکار کی صورت میں وہ ایسا کرے بخلاف اوس صورت کے

فكان مبادلة مالية اما اذا صالح عليها باقرار او سكوت او انكار وجبت الشفعة في جميع ذلك لانه اخذها عوضا عن حقه في زعمه اذا لم يكن من جنسه فيعامل بزعمه۔

کہ مدعی علیہ مقر ہو کر صلح کرے اسلیے کہ وہ اسوقت مین اوس مکانمین مدعی کے ملک کا مقر ہے اور صلح کرنے کے بعد مدعی علیہ کو ملکیت حاصل ہوئی ہے لہذا مبادلہ مالیہ پائے جانے کی وجہ سے اوسمین شفعہ ثابت ہوگا اور اگر مدعی نے مدعی علیہ پر کچھ مال کا دعوی کیا تھا اور مدعی علیہ نے ایک مکان دیکر اوس سے فیصلہ کرلیا تو بہرحال اوس مکانمین شفعہ ثابت ہوگا خواہ مدعی علیہ نے مال کا اقرار کیا ہو خواہ سکوت یا انکار کیا ہو اسواسطے کہ اپنے گمان مین مدعی نے وہ مکان بعوض اپنے

۸۹، قال ولا شفعة في هبة لما ذكرنا الا ان تكون بعوض مشروط لانه بيع انتهاء ولا بد من القبض وان لا يكون الموهوب ولا عوضه شائعا لانه هبة ابتداء وقد قررناه في كتاب الهبة۔

۸۹، اگر ایک شخص نے کسی کو ایک مکان ہبہ کیا تو اس مکانمین شفعہ نہوگا اسلیے کہ بغیر مبادلہ مالیہ کے شفعہ نہین ہوتا اور اگر اس ہبہ کے اندر عوض کا ادا کرنا قرار پاگیا ہو تو اس مکان مین شفعہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ آخرکار یہ ہبہ بیع ہوجائیگا مگر یہان شفعہ کے ثابت ہونے مین ایک تو موہوب لہ کا قبضہ کرلینا شرط ہے دوسری شرط یہ ہے کہ ہبہ کرنے والے نے مکان کا کوئی جزء غیر منقسم ہبہ نہ کیا ہو اسیطرح عوض بھی اسکا غیر منقسم جزء نہو اسلیے کہ آخرکار اگرچہ

۹۰، بخلاف ما اذا لم يكن العوض مشروطا في العقد لان كل واحد منهما هبة مطلقة الا انه اثيب منها فامتنع الرجوع۔

۹۰، اگر ہبہ کے اندر عوض کی شرط نہین لگائی تھی مگر ہبہ کرنے والے کو ہبہ کے بدلین کچھ مال موہوب لہ نے دیدیا تو اوس مکان مین شفعہ ثابت ہوجائیگا اسواسطے کہ دونون جانب سے یہان پر ہبہ مطلقہ پایا گیا مگر چونکہ ہر ایک کو عوض ملگیا ہے اسلیے کوئی دوسرے اپنے ہبہ کو واپس نہین لے سکتا۔

۹۱، قال ومن باع بشرط الخيار فلا شفعة للشفيع لانه يمنع زوال الملك عن البائع فان اسقط الخيار وجبت الشفعة لانه زال المانع عن الزوال ويشترط الطلب عند سقوط الخيار في الصحيح لان البيع يصير سببا لزوال الملك عند ذلك۔

۹۱، اگر ایک مکان فروخت کیا اور بائع نے اپنا اختیار اوسکے اندر شرط کرلیا تو اوس مکانمین شفعہ ثابت نہوگا اسلیے کہ ہنوز اوس مکان سے بائع کی ملکیت زائل نہین ہوئی ہے اور اگر اوس نے اپنا اختیار ساقط کردیا تو شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ اب اوسکی ملکیت زائل ہوگئی مگر قول صحیح کے موافق اختیار کے ساقط ہوتی ہے شفیع کو طلب شفعہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ وہ بیع اختیار کی ساقط ہوتی ہے زوال ملکیت کا سبب ہوگی۔

* * * *

۹۲، وان اشترى بشرط الخيار

( ) اگر ایک مکان خرید اور اپنا اختیار اوسمین شرط کرلیا تو شفعہ

وجبت الشفعة لانه لايمنع زوال الملك عن البائع بالاتفاق والشفعة تبتنى عليه على ما مر واذا اخذها فى الثلث وجب البيع لعجز المشترى عن الرد ولاخيار للشفيع لانه يثبت بالشرط وهو للمشترى دون الشفيع۔

ثابت ہو جایگا اسواسطے کہ بالاتفاق اسوقت زوال ملکیت کا مانع نہیں رہا اور شفعہ کا مدار زوال ملکیت پر ہے جیسا کہ گذر چکا اور اگر شفیع نے اختیار کی مدت یعنے تین روز کے اندر مشتری سے بذریعہ شفعہ کے مکان کو لے لیا تو بیع لازم ہو جائیگی اسواسطے کہ مشتری اب اوس مکان کو واپس نہیں دے سکتا ہے اور شفیع کو واپس کرنے کا اختیار حاصل نہ ہوگا اسواسطے کہ یہ اختیار مشتری کو شرط کرنے سے ثابت ہوا تھا اور شرط مشتری نے لگائی ہے شفیع نے نہیں لگائی۔

٩٣، وان بيعت دار الى جنبها والخيار لاحدهما فله الاخذ بالشفعة اما للبائع فظاهر لبقاء ملكه فى التى يشفع بها وكذا اذا كان للمشترى وفيه اشكال اوضحناه فى البيوع فلا نعيده واذا اخذها كان اجازة منه للبيع بخلاف ما اذا اشتراها ولم يرها حيث لايبطل خياره باخذ ما بيع بجنبها بالشفعة لان خيار الرؤية لايبطل بصريح الابطال فكيف بدلالته ثم اذا حضر شفيع الدار الاولى له ان ياخذها دون الثانية لانعدام ملكه فى الاولى حين بيعت الثانية۔

٩٣، اگر ایک مکان فروخت ہوا اور اوسمین بائع یا مشتری نے اپنا اختیار شرط کر لیا تھا کہ اس اثنا مین اوس مکان کے قریب کوئی مکان فروخت ہوا تو جس کا اختیار شرط کیا گیا ہو اوس دوسرے مکان مین اوسیکا شفعہ ثابت ہوگا اسلیے کہ اگر بائع کا اختیار شرط ہوا ہو تو ہنوز وہ مکان بائع کی ملکیت سے خارج نہیں ہوا اور اگر مشتری کا اختیار شرط ہوا ہو تو بائع کی ملکیت سے خارج ہو گیا اور مشتری کا حق اوسمین ثابت ہو گیا اگرچہ اسکو واپس کرنے کا اختیار ہو لہذا اوسپر کوئی یہ اعتراض نہیں کر سکتا کہ مشتری کی ملکیت ہنوز اوسمین ثابت نہیں ہوئی ہے مگر دوسرے مکان کو شفعہ مین لینے سے اصل مکان کی بیع لازم ہو جائیگی یعنے اوسی کا اختیار بائع یا مشتری کو اوسکے بعد باقی نہ رہیگا بخلاف اس صورت کے کہ کوئی شخص بغیر دیکھے ایک مکان کو خریدے اور اس خرید کردہ مکان کے قریب کوئی مکان فروخت ہوا اور مشتری بذریعہ شفعہ کے اوس دوسرے مکان کو لیلے کہ اس سے اوسکا خیار رویت خرید کردہ مکان مین باطل نہوگا اسواسطے کہ خیار رویت صراحۃً باطل کرنے سے بھی باطل نہیں ہوتا تو دلالۃً باطل

٩٤، قال ومن ابتاع دارا شراء فاسدا فلاشفعة فيها اما قبل القبض فلعدم زوال ملك البائع وبعد القبض لاحتمال الفسخ وحق الفسخ

٩٤، اگر ایک شخص نے بیع فاسد سے کوئی مکان خریدا تو اوس مکان مین شفعہ نہوگا اسلیے کہ مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے تو بائع کی ملکیت بیع فاسد کے اندر زائل نہیں ہوتی بلکہ باقی رہتی ہے اور قبضہ کرنے کے بعد اوسمین فسخ کا احتمال باقی رہتا ہے اور یہ حق فسخ شرعاً ثابت ہوا ہے

ثابت بالشرع لدفع الفساد وفي اثبات حق الشفعة تقرير الفساد فلا يجوز بخلاف ما اذا كان الخيار للمشتري في البيع الصحيح لانه صار اخص به تصرفا وفي البيع الفاسد ممنوع عنه۔

تاکہ فساد دفع ہو جائے اور اُس کے اندر شفعہ کا حکم دینے مین فساد کا باقی رکھنا ہی لہذا اوسمین شفعہ نہین ہو سکتا بخلاف اوس صورت کے کہ بیع صحیح کے اندر مشتری کا اختیار شرط کیا گیا ہو اسلیے کہ اسمین بائع کو اختیار باقی نہین رہتا بلکہ مشتری کو مبیع کے اندر از روے شرع تصرف کرنے اور بیع کے لازم کرنے یا فسخ کرنے کا اختیار ثابت ہو جاتا ہی اور بیع فاسد مین از روی شرع مشتری کو مبیع کے اندر تصرف کرنا منع ہوتا ہے۔

(۹۵) قال فان سقط حق الفسخ وجبت الشفعة لزوال المانع

(۹۵) اگر بیع فاسد کے اندر کسی وجہ سے حق فسخ ساقط ہو جائے مثلاً مشتری اوس مکان کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دے تو اوس مکان مین شفعہ ثابت ہو جائیگا

(۹۶) وان بيعت دار بجنبها وهي في يد البائع بعد فله الشفعة لبقاء ملكه وان سلمها الى المشتري فهو شفيعها لان الملك له ثم ان سلم البائع قبل الحكم بالشفعة له بطلت شفعته كما اذا باع بخلاف ما اذا اسلم بعده لان بقاء ملكه في الدار التي يشفع بها بعد الحكم بالشفعة ليس بشرط فبقيت المأخوذة بالشفعة على ملكه وان استردها البائع من المشتري قبل الحكم بالشفعة له بطلت لانقطاع ملكه عن التي يشفع بها قبل الحكم بالشفعة وان استردها بعد الحكم بقيت الثانية على ملكه لما بينا۔

(۹۶) اگر ایک مکان بیع فاسد سے فروخت ہوا اور ہنوز وہ بائع کے قبضہ مین تھا کہ اوسکے پہلو مین ایک اور مکان فروخت ہوا تو اس دوسرے مکان مین بائع کا شفعہ ثابت ہوگا اسلیے کہ اب تک وہ بائع کی ملکیت مین تھا اور اگر مشتری کو دے چکا تھا تو مشتری کا شفعہ ہوگا اسلیے کہ اب مشتری کی ملکیت مین تھا اور اگر بائع کے لیے شفعہ کا حکم نہین ہوا تھا کہ اوسنے اپنا مکان مشتری کے قبضہ مین دیدیا تو بائع کا شفعہ باطل ہو جائیگا جسطرح شفیع قبل از حکم قاضی اپنے مکان کو فروخت کر دے تو اوسکا شفعہ باطل ہو جاتا ہی اور اگر قاضی نے بائع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تھا اوسکے بعد بائع نے اپنے مکان پر مشتری کو قبضہ دیا تو بائع کا شفعہ باطل نہین ہوتا اسلیے کہ حکم بالشفعہ کے بعد شفیع کی ملکیت کا اپنے مکان مین قائم ہونا ضروری نہین ہی لہذا وہ مکان مشفوعہ بائع کی ملک مین قائم رہیگا اور اگر قاضی نے ہنوز اس کے لیے شفعہ کا حکم نہین دیا تھا کہ بائع نے اپنا مکان جس کو بیع فاسد سے فروخت کیا تھا مشتری سے واپس کر لیا تو مشتری کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ قبل از حکم شفعہ مشتری کی ملکیت اس مکان سے منقطع ہو گئی جسکے ذریعہ سے اوسکو شفعہ تھا اور اگر قاضی نے مشتری کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تھا اوسکے بعد بائع نے اپنا مکان واپس کر لیا تو وہ مکان مشفوعہ بدستور مشتری کے ملک مین داخل رہیگا اسلیے کہ حکم بالشفعہ کے بعد

(۹۷) قال واذا اقتسم الشركاء

(۹۷) اگر چند شرکا نے اپنی ملک جایداد کو باہم تقسیم کیا تو اس تقسیم کرنیسے

العقار فلا شفعة لجارهم بالقسمة لان القسمة فيها معنى الافراز ولهذا يجرى فيه الجبر والشفعة ما شرعت الا في المبادلة المطلقة۔

اونکے جار کو حق شفعہ نہ حاصل ہوجائیگا اسلیے کہ اونھوں نے اپنے حصے علحدہ کیے ہین ولہذا ایک شریک دوسرے شریک کو تقسیم کرنے پر مجبور کرسکتا ہے اور شفعہ مبادلہ مطلقہ کے اندر ثابت ہوتا ہے

\+ + + + +

(٩٨) قال واذا اشترى دارا فسلم الشفيع الشفعة ثم ردها المشترى بخيار رؤية او شرط او بعيب بقضاء قاض فلا شفعة للشفيع لانه فسخ من كل وجه فعاد الى قديم ملكه والشفعة في انشاء العقد ولا فرق في هذا بين القبض وعدمه۔

(٩٨) اگر ایک مکان فروخت ہوا اور اوسکے شفیع نے شفعہ کو ترک کردیا بعد ازان خیار رویت یا شرط یا عیب کی وجہ سے مشتری نے بحکم قاضی وہ مکان واپس کردیا تو شفیع کا اب اُس مکان مین شفعہ ثابت نہ ہوجائیگا خواہ مشتری نے قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اسلیے کہ یہان بیع کا بالکل فسخ پایا جاتا ہے اور وہ مکان جسطرح بائع کی ملک تھا بدستور اوسیطرح اوسکے ملک مین عائد ہوگیا اور شفعہ ایک عقد جدید کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔

(٩٩) وان ردها بعيب بغير قضاء او تقايلا البيع فللشفيع الشفعة لانه فسخ في حقهما لولايتهما على انفسهما وقد قصدا الفسخ وهو بيع جديد في حق ثالث لوجود حد البيع وهو مبادلة المال بالمال بالتراضي والشفيع ثالث ومراده الرد بالعيب بعد القبض لان قبله فسخ من الاصل وان كان بغير قضاء على ما عرف۔

(٩٩) اگر ایک مکان فروخت ہوا اور شفیع نے اوسمین شفعہ کو ترک کردیا بعد ازان عیب کی وجہ سے بغیر حکم قاضی مشتری نے اوس مکان کو واپس کردیا یا بائع اور مشتری نے بیع کا اقالہ کرلیا یعنے رضامندی کے ساتھ بلا کسی عیب وغیرہ کے واپس کرلیا تو اوس مکان مین شفیع کا شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ بائع اور مشتری کو اپنی ذات کا اختیار ہے اور اونکے حق مین بیع فسخ ہوجائیگی اسلیے کہ انکو فسخ کرنا منظور تھا مگر شفیع کے حق مین وہ بیع جدید سمجھی جائیگی اسلیے کہ اوسکے اندر بیع کے معنے یعنے مبادلہ مال بمال تراضی باہمی پائے جاتے ہین مگر یہ حکم اوس صورت مین ہے کہ مشتری نے قبضہ کرنے کے بعد مکان واپس کیا ہو اسلیے کہ قبضہ کرنے سے قبل واپس کرنا ہر وجہ سے بیع کا فسخ کرنا ہے اگرچہ بغیر حکم

(١٠٠) وفي الجامع الصغير ولا شفعة في قسمة ولا خيار رؤية وهو بكسر

(١٠٠) جامع صغیر مین بیان کیا ہے ولا شفعة في قسمة ولا خيار رؤ یعنے باہم تقسیم کرنے کی صورت مین خیار رویت کی وجہ سے مکان کے

الرأي ومعناه لا شفعة بسبب الرد بخيار الرؤية لما بيناه ولا تصح الرواية بالفتح عطفا على الشفعة لأن الرواية محفوظة في كتاب القسمة أنه يثبت في القسمة خيار الرؤية وخيار الشرط لأنهما يثبتان لخلل في الرضاء فيما يتعلق لزومه بالرضاء وهذا المعنى موجود في القسمة والله سبحانه أعلم.

واپس کرنے کی حالت مین شفعہ ثابت نہین ہوتا جسکی وجہ ہم بیان کر چکے ہین پس خیار رویۃ کا لفظ قسمہ کے اوپر معطوف ہی اور شفعہ کے اوپر معطوف کرکے نصب کے ساتھ پڑھنے کی روایت غلط ہی اسواسطے کہ اس تقدیر پر یہ معنے ہونگے کہ تقسیم کے اندر شفعہ اور خیار رویت ثابت نہین ہوتا حالانکہ یہ بات صحیح نہین ہی کیونکہ کتاب القسمہ مین بغیر کسی قسم کے اختلاف کے یہ مسئلہ مذکور ہی کہ تقسیم مین خیار رویت اور خیار شرط ثابت ہوتا ہی اسلیے کہ خیار شرط اور خیار رویت اوس عقد کے اندر جسکا لازم ہونا رضامندی پر موقوف ہی ایسے وقت مین ثابت ہوتی ہین کہ رضامندی مین ایک قسم کی کمی پائی جائے اور یہ معنے تقسیم کے اندر بھی موجود ہین واللہ سبحانہ اعلم۔

باب ما تبطل به الشفعة

اُن امور کا بیان جن سے شفعہ باطل ہو جاتا ہی

(۱۰۱) قال وإذا ترك الشفيع الإشهاد حين علم بالبيع وهو يقدر على ذلك بطلت شفعته لإعراضه عن الطلب وهذا لأن الإعراض إنما يتحقق حالة الاختيار وهي عند القدرة وكذلك إن أشهد في المجلس ولم يشهد على أحد المتبايعين ولا عند العقار وقد أوضحناه فيما تقدم.

(۱۰۱) اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور بلا کسی عذر کے اوس نے طلب اشہاد کو ترک کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ طلب کرنے سے اوسکا اعراض پایا گیا اور معذور نہونے کی اسلیے قید لگائی ہی کہ اعراض حالت اختیار مین پایا جاتا ہی اور عذر کی حالت مین اوسکو اختیار نہین ہوتا بلکہ وہ مجبور ہوتا ہی۔ اسیطرح اگر شفیع نے طلب مواثبت کی مگر اوسکے بعد طلب اشہاد نہ کی یعنے بائع یا مشتری یا مکان کے پاس جاکر لوگون کو طلب پر گواہ نہ کیا تو بھی شفعہ باطل ہو جائیگا۔

* * * * *

(۱۰۲) قال وإن صالح من شفعته على عوض بطلت شفعته ورد العوض لأن حق الشفعة ليس بحق متقرر في المحل بل هو مجرد حق التملك فلا يصح الاعتياض عنه ولا يتعلق

(۱۰۲) اگر شفیع نے مدعی علیہ سے کچھ مال لیکر شفعہ سے فیصلہ کر لیا تو شفعہ بھی باطل ہو جائیگا اور مال بھی واپس کرنا پڑیگا اسلیے کہ شفیع کو مکان کے اندر ہنوز کسی قسم کا حق نہین ثابت ہوا ہی صرف اوسکو یہ حق ہی کہ ثمن ادا کرکے اوسکا مالک بن سکتا ہی لہذا اوسکے عوض مین مال کا لینا صحیح نہوگا اور شفعہ ایسی چیز ہی کہ اگر اوسکے ساقط کرنے مین

اسقاطه بالجائز من الشرط فبالفاسد
اولى فيبطل الشرط ويصح الاسقاط
وكذا لو باع شفعته بمال لما
بينا۔

١٠٣، بخلاف القصاص لانه
حق متقرر وبخلاف الطلاق
والعتاق لانه اعتياض عن ملك
فى المحل ونظيره اذا قال للمخيرة
اختاري بالف او قال العنين
لامرأته اختاري ترك الفسخ
بالف فاختارت سقط الخيار
ولا يثبت العوض والكفالة بالنفس
فى هذا بمنزلة الشفعة فى رواية
وفى اخرى لا تبطل الكفالة ولا يجب
المال وقيل هذه رواية فى
الشفعة وقيل هى فى الكفالة خاصة
وقد عرف فى موضعه۔

١٠٤، قال واذا مات الشفيع
بطلت شفعته۔
وقال الشافعي رح تورث
عنه قال رضى الله عنه معناه
اذا مات بعد البيع قبل القضاء
بالشفعة اما اذا مات بعد قضاء
القاضى قبل نقد الثمن وقبضه
فالبيع لازم لورثته وهذا نظير

کوئی جائز شرط لگائی جائے تو بھی اوسکا سقوط شرط کے پائے جانے پر
موقوف نہیں رہتا بلکہ اوسیوقت ساقط ہو جاتا ہے اور یہاں تو ایک
فاسد شرط لگائی گئی ہے لہذا وہ شرط باطل ہو جائیگی اور شفعہ ساقط ہو جائیگا
اسیطرح اگر کوئی شخص حق شفعہ کو کسی کے ہاتھ فروخت کردے تو بھی شفعہ
ساقط ہو جاتا ہے اور خریدنے والے کو مال واپس کرنا پڑتا ہے بخلاف
قصاص کے کہ اوسکے اندر مال لیکر فیصلہ کر لینا درست ہے
اسواسطے کہ قاتل کی ذات پر قصاص میں ایک حق ثابت ہوتا
ہے اور طلاق اور عتاق کا حال بھی یہی ہے کہ اگر اونکے اندر عوض
لیا جائے تو صحیح ہے اسواسطے کہ اونکے اندر ذات پر حق ملکیت ہوتا ہے
جس کا عوض لیا جاتا ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے
جسکو طلاق کا اختیار دے چکا ہے یہ بات کہے کہ بعوض ہزار روپیہ کے
تو مجھکو اختیار کرلے یا عنین اپنی بیوی سے یہ بات کہے کہ بعوض ہزار روپیہ کے
تو ترک فسخ کو اختیار کرلے اور ان دونوں صورتوں میں بیوی ایسا کرے
تو اسکا اختیار طلاق اور فسخ ساقط ہو جاتا ہے اور خاوند کو ہزار روپیہ نہیں
دینا پڑتے اور ایک روایت کے موافق کفالت بالنفس کا حال بھی شفعہ
کے مانند ہے اور دوسری روایت کے موافق اوسکو یہ حکم نہیں ہے اور بعض کا
قول ہے کہ شفعہ میں بھی ایک روایت یہی ہے اور بعض کے نزدیک خاص کفالت کے اندر

١٠٤، شفیع کے مرجانے سے اوسکا شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور امام شافعی رح
کے نزدیک برابر قائم رہتا ہے اور اوسکے وارثوں کو شفعہ کا حق ہوتا ہے
مصنف رح نے بیان کیا ہے اوس سے وہ صورت مراد ہے کہ شفیع کا
بعد از بیع اور قبل از حکم قاضی انتقال ہو جائے اور اگر بعد حکم قاضی قبل
از ادای ثمن اور قبل از قبضہ انتقال ہو تو اوسکے وارثوں کو بیع لازم ہوگی
اسیطرح حنفیہ کے نزدیک مورث کے مرجانے سے خیار شرط باطل
ہو جاتا ہے اور شافعی رح کے نزدیک باطل نہیں ہوتا چنانچہ کتاب البیوع
میں اسکا بیان ہو چکا ہے اور حنفیہ کے نزدیک شفعہ کے باطل ہو جانے کی وجہ یہ ہے

الاختلاف فی خیار الشرط وقدمر فی البیوع ولان بالموت یزول ملکه عن داره ویثبت الملک للوارث بعد البیع وقیامه وقت البیع وبقاؤه للشفیع الی وقت القضاء شرط فلا یستوجب الشفعة بدونه۔

(۱۰۵) وان مات المشتری لم تبطل لان المستحق باق ولم یتغیر سبب حقه ولا یباع فی دین المشتری ووصیته ولو باعه القاضی او الوصی او اوصی المشتری فیها بوصیة فللشفیع ان یبطله ویاخذ الدار لتقدم حقه ولهذا ینقض تصرفه فی حیاته

(۱۰۶) قال واذا باع الشفیع ما یشفع به قبل ان یقضی له بالشفعة بطلت شفعته لزوال سبب الاستحقاق قبل التملک وهو الاتصال بملکه ولهذا یزول به وان لم یعلم بشراء المشفوعة کما اذا اسلم صریحا او ابرأ عن الدین وهو لا یعلم به وهذا بخلاف ما اذا باع الشفیع داره بشرط الخیار له لانه یمنع الزوال فبقی الاتصال۔

(۱۰۷) قال ووکیل البائع اذا باع وهو الشفیع فلا شفعة له ووکیل

یہ ہے کہ شفیع کے مرجانے سے اپنے مکان سے شفیع کی ملکیت جاتی رہتی ہے اور وارثون کو اوس مکان کی ملکیت مکان مشفوعہ کی بیع کے بعد حاصل ہوتی ہے اور شفعہ کے اندر بیع کے وقت شفیع کی ملکیت کا قائم ہونا اور قاضی کے حکم دینے تک ملکیت کا باقی رہنا شرط ہے لہذا وارثون کا شفعہ بیع کے وقت ملکیت حاصل نہونے کی وجہ ثابت نہوگا۔

(۱۰۵) مشتری کے مرجانے سے شفعہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ شفعہ کا حقدار یعنے شفیع باقی ہے اور جس سبب سے اوسکا حق ثابت ہوا ہے اوسمین تغیر نہین ہوا لہذا یہ مکان مشتری کے قرضہ مین یا اوسکی وصیت مین فروخت نکیا جائیگا اور اگر بالفرض قاضی یا مشتری کے وصی نے اس مکان کو مشتری کے قرض یا وصیت مین فروخت کردیا یا مشتری خود اوس مکان کی کسی کو وصیت کرگیا ہو تو شفیع کو اس بیع اور وصیت کے باطل کرنے اور مکان کے لینے کا اختیار ہے اسلیے کہ اوسکا حق مقدم ہے لہذا

(۱۰۶) ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہین دیا تھا کہ شفیع نے اپنا ذاتی مکان فروخت کردیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا اسلیے کہ مکان مشفوعہ مین ملکیت حاصل ہونے سے قبل استحقاق کا سبب یعنے اتصال ملکیت جاتا رہا ولہذا اگر بالفرض شفیع کو مکان مشفوعہ کے فروخت ہونے کا علم نہو اور وہ اپنے مکان کو فروخت کردے تو بھی شفعہ جاتا رہتا ہے جسطرح صراحۃً ترک کرنے سے باطل ہوجاتا ہے یا کوئی شخص اپنے قرضدار کو لاعلمی کی حالت مین قرض سے بری کردے یعنے اوسکو علم نہو کہ میرا اوسپر قرض ہے تو قرضدار بری ہوجاتا ہے بخلاف اوس صورت کے کہ شفیع اپنے مکان کو فروخت کرے اور اپنا اختیار شرط کرے اسلیے کہ اختیار کیوجہ سے ملکیت زائل نہوگی اور مکان مشفوعہ سے اتصال ملکیت باقی

(۱۰۷) اگر ایک شخص بائع کی طرف سے وکیل ہوکر کوئی مکان فروخت کرے اور خود یہ وکیل شفیع بھی ہو تو اوسکو شفعہ ثابت نہوگا

۳ اگر اپنی زندگی مین اوس مکان کے اندر مشتری کچھ تصرف کرے تو اوسکا تصرف باطل ہوجاتا ہے۔

المشتری اذا ابتاع فله الشفعة والاصل ان من باع او بیع له لاشفعة له ومن اشتری او ابتیع له فله الشفعة لان الاول باخذ المشفوعة لیسعی فی نقض ما تم من جهته وهو البیع والمشتری لاینقض شراءه بالاخذ بالشفعة لانه مثل الشراء وکذلك لوضمن الدرك عن البائع وهو الشفیع فلاشفعة له وکذلك اذا باع وشرط الخیار لغیره فامضی المشروط له الخیار البیع وهو الشفیع فلا شفعة له لان البیع تم بامضائه بخلاف جانب المشتری وطله الخیار من جانب المشتری۔

اور اگر خود شفیع مشتری کی طرف سے وکیل ہو کر مکان کو خریدے تو اوسکا شفعہ قایم رہیگا اور اس جگہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص خود بیع کرے یا کوئی دوسرا اوسکی طرف سے بیع کرے تو مبیع مین اوسکا شفعہ ثابت نہین ہوتا اور جو شخص خود خریدے یا کوئی دوسرا اوسکی طرف سے خریدے تو اوسکا شفعہ قایم رہتا ہی اسلیے کہ پہلا شخص اگر شفعہ کے ذریعہ سے مکانکو لیگا تو اوسکو بیع کا توڑنا پڑیگا اور یہ بیع اوسی کی جانب سے تھی اور دوسری قسم کا شخص اگر مکان کو شفعہ کے ذریعہ سے لیتا ہی تو اوسکو اپنے فعل کا باطل کرنا نہین پڑتا اسلیے کہ خریدنا اور شفعہ کے ذریعہ سے لینا یکسان ہی اسی طرح اگر شفیع بائع کی طرف سے مشتری کے لیے اسطرح ضامن ہو جائے کہ اگر اس مکان مین کسی کا حق برآمد ہو تو مین ذمہ دار ہون تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائے گا اسی طرح اگر ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک مکان فروخت کیا اور تیسرے شخص کا اختیار اوس بیع مین شرط کیا اور اوس تیسرے شخص نے بیع کی اجازت دیدے اور تیسرا اوس مکان مین شفیع تھا تو اب اوسکا شفعہ نہ رہیگا اسلیے کہ اوسکی اجازت سے بیع تمام ہوئی ہی اور اگر مشتری نے تیسرے کا اختیار شرط کیا اور اوسنے خریدنے کی اجازت دیدی تو شفعہ قایم رہیگا

(۱۰۸) قال واذا بلغ الشفیع انها بیعت بالف درهم فسلم ثم علم انها بیعت باقل او بحنطة او شعیر قیمتها الف او اکثر فتسلیمه باطل وله الشفعة لانه انما سلم لاستکثار الثمن فی الاول ولتعذر الجنس الذی بلغه وتیسر ما بیع به فی الثانی اذ الجنس مختلف وکذا کل مکیل او موزون او عددی متقارب۔

(۱۰۸) اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہو گیا اور یہ بات سنکر اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ ہزار سے کم کو یا اسقدر گیہون یا جو کو فروخت ہوا ہی جسکی قیمت ایک ہزار یا اوس سے بھی زیادہ ہی تو پہلی مرتبہ شفعہ کو اوسکا ترک کر دینا باطل ہو جائیگا اور شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے کہ شفیع نے پہلی صورت مین ان سمجھکر اور دوسری صورت مین نقد روپیہ میسر نہونے کی وجہ سے شفعہ کو ترک کیا تھا اب ارزان ہونیکی وجہ سے یا گیہون اور جو کے میسر ہونے سے اوسکو لے سکتا ہی اس واسطے کہ جنسین مختلف ہین۔ گیہون یا جو کی خصوصیت نہین ہے بلکہ جو چیزین ناپ یا تول یا شمار کے حساب سے فروخت ہوتی ہین سب کا یہی حال ہے

(۱۰۹) بخلاف ما اذا علم انها بیعت

(۱۰۹) اگر صورت مذکورہ بالا مین دوسری مرتبہ شفیع کو

بعرض قیمته الف او اکثر لان الواجب فیه القیمة وهی دراهم او دنانیر۔

معلوم ہوا کہ مکان بعوض گھوڑے یا غلام وغیرہ کے فروخت ہوا ہے جسکی قیمت ایک ہزار یا ہزار سے زیادہ ہے تو شفعہ دوسری مرتبہ ثابت نہوگا اسلیے کہ شفیع کو اسوقت مین بھی روپیہ یا اشرفیان دینا پڑینگے

(۱۱۰) وان بان انها بیعت بدنانیر قیمتها الف فلا شفعة له وکذا اذا کانت اکثر وقال زفر له الشفعة لاختلاف الجنس ولنا ان الجنس متحد فی حق الثمنیة

(۱۱۰) اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہوا ہے اور اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ اشرفیون کو فروخت ہوا ہے جنکی قیمت ہزار روپیہ یا ہزار روپیہ سے زیادہ ہے تو شفعہ ثابت نہوگا اور زفر کے نزدیک شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے کہ دونون کی جنس مختلف ہے حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ ثمنیت کے اعتبار سے روپیہ اور اشرفی کو ایک جنس کا حکم ہے

(۱۱۱) قال واذا قیل له ان المشتری فلان فسلم الشفعة ثم علم انه غیره فله الشفعة لتفاوت الجوار۔

(۱۱۱) اگر شفیع کو اول مرتبہ معلوم ہوا کہ فلان مکان زید نے خریدا ہے اور اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ عمر نے خریدا ہے تو اوسکا شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے کہ ممکن ہے زید کے پاس رہنے سے وہ راضی ہوا ور عمر کے پاس رہنے سے راضی نہو۔

ولو علم ان المشتری هو مع غیره فله ان یاخذ نصیب غیره لان التسلیم لم یوجد فی حقه۔

اور اگر دوسری مرتبہ معلوم ہوا کہ زید نے مع عمر کے اوس مکان کو خریدا ہے تو زید کے حصہ مین شفعہ نہین کر سکتا مگر عمر کے حصہ مین شفعہ کر سکتا ہے اسلیے کہ عمر کے حصہ مین اوسنے شفعہ کو نہین ترک کیا تھا

(۱۱۲) ولو بلغه شراء النصف فسلم ثم ظهر شراء الجمیع فله الشفعة لان التسلیم لضرر الشرکة ولاشرکة وفی عکسه لاشفعة فی ظاهر الروایة لان التسلیم فی الکل تسلیم فی ابعاضه۔

(۱۱۲) اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان کا نصف حصہ فروخت ہو گیا اور اوسنے شفعہ کو طلب نہ کیا بعد ازان معلوم ہوا کہ کل مکان فروخت ہوا ہے تو اب اوسکو شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے کہ شرکت کی وقت سے اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا تھا اور اب وہ وقت نہین رہی اور اگر پہلی مرتبہ معلوم ہوا کہ کل مکان فروخت ہوا ہے اور اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ نصف مکان فروخت ہوا ہے تو ظاہر روایت کے موافق اب شفعہ نہ ثابت ہوگا اسلیے کہ جبکہ کل مکان مین اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا تو اوس کے اجزاء مین بھی شفعہ نہین ہوسکتا ہے

فصل

(۱۱۳) قال واذا باع دارا الامقدار

(۱۱۳) اگر بائع کو منظور ہو کہ اس مکان مین شفیع دعوی نہ کرسے

ذراع منها فى طول الحد الذى يلى الشفيع فلا شفعة له لانقطاع الجوار وهذه حيلة وكذا اذا وهب منه هذا المقدار وسلمه اليه لما بينا۔

تو اوسکے لیے یہ حیلہ کر سکتا ہی کہ اپنی تمام مکانکو فروخت کرے مگر بقدر ایک ذراع کی زمین شفیع کے مکان کے قریب سے مستثنی کر لے کہ اس ترکیب سے شفیع شفعہ کا دعوی نہ کر سکیگا اسلیے کہ باقی مکان سے اوسکو حق جوار نہین ہے اسیطرح اگر بقدر ایک ذراع کے شفیع کی مکان کے قریب سے اس مکان کی زمین مشتری کو ہبہ کرے اور مشتری کا قبضہ کرا دے بعد اسکے اوسکے ہاتھہ باقی مکان فروخت کر دے تو بھی شفیع مکان مین کچھ دعوی نہین کر سکتا

(۱۱۴) **قال** واذا ابتاع منها سهما بثمن ثم ابتاع بقيتها فالشفعة للجار فى السهم الاول دون الثانى لان الشفيع جار فيهما الا ان المشترى فى الثانى شريك فيتقدم عليه فان اراد الحيلة ابتاع السهم بالثمن الا درهما مثلا والباقى بالباقى۔

(۱۱۴) اگر ایک شخص کسی مکان کا ایک حصہ خرید کر باقی مکان کو بھی خریدے تو اوس مکان کے جار کو صرف پہلے حصہ مین شفعہ کا حق ہوگا باقی مکان مین شفعہ کا حق نہوگا اسواسطے کہ جب مشتری نے اوسکا ایک حصہ خرید لیا اور شفیع نے اوسمین دعوی نہین کیا تو وہ مشتری اوس مکان کا شریک ہو گیا اور شریک کو جار پر تقدم ہوتا ہی پس صورتمین اگر مشتری کو شفعہ سے بچنا منظور ہو تو یہ ترکیب کر سکتا ہی کہ اول اسکا ایک حصہ کو کل مکان کے ثمن مین سے ایکروپیہ کم کر کے خرید لے اور باقی مکان کو ایک روپیہ سے خرید لے کہ کثرت ثمن کے وجہ سے اوس حصہ مین شفیع خود دعوی نہ کریگا اور باقی مین اسلیے نہین کر سکتا کہ مشتری کو اوسپر تقدم ہے

(۱۱۵) وان ابتاعها بثمن ثم دفع اليه ثوبا عوضا عنه فالشفعة بالثمن دون الثوب لانه عقد اخر والثمن هو العوض عن الدار۔

قال رضى الله عنه وهذه حيلة اخرى تعم الجوار والشركة فيباع باضعاف قيمته ويعطى بها ثوب بقدر قيمته الا انه لو استحقت المشفوعة يبقى كل الثمن على مشترى الثوب لقيام البيع الثانى فيتضرر به والاوجه ان يباع بالدراهم الثمن دينار حتى اذا استحق المشفوع

(۱۱۵) اگر ایک شخص نے بعوض کچھہ روپیہ کے ایک مکان خریدا اور روپیہ کے بدلے بائع کو ایک کپڑا دیدیا تو شفیع اوس مکان کو کپڑے کی قیمت دیکر نہیں لیسکتا بلکہ اوس کو وہی روپیہ دینا پڑیگا جو اوسکا ثمن قرار پایا ہی اسلیے کہ یہ کپڑا مکان کی عوض اوسنے نہین دیا ہی بلکہ ثمن کے عوض دیا ہی اور ثمن کے عوض کپڑے کا دینا ایک دوسری بیع ہی مصنف رحمہ نے بیان کیا ہی یہ بھی ایک طرح کا حیلہ ہے اور اس حیلہ سے جار اور نیز شریک کے شفعہ سے انسان بچ سکتا ہی اس طرح پر کہ مثلا ایک مکان دو چند سہ چند قیمت سے فروخت کرے کے اوسکے عوض بقدر اوسکے اصل قیمت کے ایک کپڑا مشتری سے لیلے مگر اس مین یہ دقت ہی کہ اگر مکا مین کسی غیر کا حق برآمد ہو گیا اور حقدار نے مکانکو لیلیا تو مکان کے بائع کو وہی فرضی ثمن جو اوسکی قیمت سے بہت زیادہ ہی مشتری کے لیے اوا کرنا پڑیگا اسلیے کہ کپڑے کی بیع بدستور قائم رہیگی اور اگر یہ ترکیب کرے تو یہ دقت پیش نہین آتی کہ بائع اس مکانکو زیادہ روپیون سے فروخت کر کے بعوض روپیون کے مکان کی اصل قیمت کے موافق مشتری سے اشرفیان خریدے اس لیے کہ

يبطل الصرف فيجب رد الدينار لا غير۔

۱۱۶، قال ولا تكره الحيلة في اسقاط الشفعة عند ابي يوسف رح وتكره عند محمد رح لان الشفعة انما وجبت لدفع الضرر ولو ابحنا الحيلة ما دفعناه ولابي يوسف رح انه منع عن اثبات الحق فلا يعد ضررا وعلى هذا الخلاف الحيلة في اسقاط الزكاة۔

اگر اوس مکان میں کسی کا حق برآمد ہوگا تو اشرفیوں کی بیع بھی باطل ہوجائیگی اسلئے کہ وہ بیع صرف ہوا اور بیع صرف کے اندر قبضہ کرنے سے قبل اگر بائع اور مشتری

۱۱۶، اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا ابو یوسف رح کے نزدیک برا نہیں ہے مگر امام محمد رح کے نزدیک برا ہے اسواسطے کہ شفعہ دفع ضرر کے لیے مقرر کیا گیا ہے اور اگر اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا مباح کیاجاے تو دفع ضرر کیونکر ہوسکتا ہے - ابو یوسف رح یہ جواب دیتے ہیں کہ حیلہ کرنے میں دوسرے کے اثبات حق سے اپنی ذات کا بچانا مقصود ہوتا ہے اور اوس میں کسی کی ضرر رسانی مقصود نہیں ہوتی - اسقاط زکوٰۃ کیلئے حیلہ کرنے میں بھی یہی اختلاف ہے

مسائل متفرقة

متفرق مسائل کا بیان

۱۱۷، قال واذا اشترى خمسة نفر دارا من رجل فللشفيع ان ياخذ نصيب احدهم وان اشتراها رجل من خمسة اخذها كلها او تركها والفرق ان في الوجه الثاني باخذ البعض تتفرق الصفقة على المشتري فيتضرر به زيادة الضرر وفي الوجه الاول يقوم الشفيع مقام احدهم فلا تتفرق الصفقة ولا فرق في هذا بين ما اذا كان قبل القبض او بعده هو الصحيح الا ان قبل القبض لا يمكنه اخذ نصيب احدهم اذا نقد ما عليه ما لم

۱۱۷، اگر پانچ شخصوں نے ملکر ایک شخص سے مکان خریدا اور شفیع صرف ایک کا حصہ لینا چاہے تو لے سکتا ہے اور اگر ایک شخص نے پانچ شخصوں سے ایک مکان مشترک خریدا اور شفیع صرف ایک بائع کا حصہ لینا چاہے تو نہیں لے سکتا بلکہ اوسکو اختیار ہوگا کہ کل مکان کو لیلے یا بالکل شفعہ سے دست بردار ہوجاے اور دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ دوسری صورت میں اگر شفیع نے صرف ایک بائع کا حصہ لیا تو مشتری کے حق میں بیع کی تفریق لازم آئیگی جس میں اوسکا بہت ضرر ہے اور پہلی صورت میں اگر شفیع نے صرف ایک مشتری کا حصہ لیلیا تو بیع کی تفریق نہ لازم آئیگی اور باقی مشتریوں کو کچھ ضرر نہوگا - قول صحیح یہ ہے کہ اس حکم میں قبل از قبضہ یا بعد قبضہ کے کچھ قید نہیں ہے بلکہ دونوں صورتوں کا حال یکسان ہے اتنا فرق ضرور ہے کہ اگر مشتریوں کا ہنوز قبضہ نہیں ہوا ہے اور شفیع نے ایک مشتری کا حصہ لینے کی غرض سے بقدر اوس کے حصہ کے بائع کو ثمن ادا کر دیا تو جبتک باقی مشتری لوگ بھی اپنے اپنے حصہ کا ثمن ادا نہ کر دینگے اوسوقت تک شفیع کو مکان کے

ينقد الآخر حصته كيلا يؤدي الى تفريق
اليد على البائع بمنزلة احد
المشتريين بخلاف ما بعد القبض
لانه سقطت يد البائع وسواء سمى
لكل بعض ثمنا او كان الثمن جملة
لان العبرة في هذا للتفرق الصفقة
لا للثمن وههنا تفريعات ذكرناها
في كفاية المنتهى۔

(۱۱۸) قال ومن اشترى نصف
دار غير مقسوم فقاسمه البائع
اخذ الشفيع النصف الذي صار
للمشتري او يدع لان القسمة
من تمام القبض لما فيها من تكميل
الانتفاع ولهذا يتم القبض بالقسمة
في الهبة والشفيع لا ينقض القبض
وان كان له نفع فيه ليعود العهدة
على البائع فكذا لا ينقض ما هو
من تمامه۔

(۱۱۹) بخلاف ما اذا باع احد
الشريكين نصيبه من الدار المشتركة
وقاسم المشتري الذي لم يبع حيث
يكون للشفيع نقضه لان العقد
ما وقع مع الذي قاسم فلم تكن
القسمة من تمام القبض الذي
هو حكم العقد بل هو تصرف بحكم

حصہ پر قبضہ نہ دیا جائیگا جسطرح ایک مشتری اپنے حصہ کا ثمن ادا کرکے بقدر
اپنے حصہ کے مکان کو نہیں لیسکتا ہی جبتک باقی مشتری بھی ادا نکردین اسلیے
کہ اسمین بائع کے قبضہ کی تفریق لازم آئیگی اور اسمین اوسکو زحمت ہوگی
اور اگر مشتریون نے قبضہ کرلیا ہی تو ایک کا حصہ لینے مین کچھہ دقت نہوگی
اسواسطے کہ اب بائع کا قبضہ نہین رہا ہی اور ان صورتون مین خواہ ہر حصہ کا
ثمن جداجدا اقرار پایا ہو یا کل مکان کا ایک ثمن قرار پایا ہو دونون کے
حکم مین کچھہ فرق نہین ہی اسلیے کہ یہان ثمن کا اعتبار نہین کیا گیا ہی بلکہ
اسبات کا اعتبار کیا گیا ہی کہ ایک عقد کی تفریق لازم آتی ہی یا نہین ۔

(۱۱۸) اگر ایک شخص نے ایک غیر منقسم مکان کا نصف حصہ
خریدا اور بائع نے اوسکو تقسیم کرکے مشتری کا حصہ مشتری کو
دیدیا تو اس مکان کی شفیع کو اختیار ہوگا کہ تقسیم کرنیسے جسطرف
مکان مشتری کے حصہ مین آیا ہے اوسکو لیلے ورنہ شفعہ سے دست بردار
ہوجائے کیونکہ قبضہ تقسیم کرنیسے کامل ہوتا ہی اسلیے کہ تقسیم کے بغیر
انتفاع کامل نہین حاصل ہوسکتا ولہذا ہبہ کے اندر جبتک تقسیم نہوجائے
قبضہ کامل نہین ہوتا بہرحال تقسیم کرنا قبضہ کا تتمہ ہی اور شفیع کو
قبضہ کے باطل کرنیکا اختیار نہین ہوتا اگرچہ اوسکے باطل کرنے مین
شفیع کا نفع ہو باین طور کہ مشتری کے قبضہ کو باطل کرکے بائع سے بذریعہ
شفعہ کے مکان کو لیلے اور اگر بعد کو کچھ وقت پیش ہو تو بائع سے جوع ۔

(۱۱۹) اگر ایک مکان مین دو شخص شریک ہین اونمین سے
ایک نے اپنا حصہ فروخت کرڈالا اور دوسرے نے
مشتری کو وہ حصہ تقسیم کرکے دیدیا تو شفیع کو
اس تقسیم کے باطل کرنے کا اختیار ہوگا اسلیے کہ
اس جگہ وہ تقسیم بائع نے نہین کی ہے لہذا یہ
تقسیم قبضہ کا تتمہ نہ سمجھی جائیگی بلکہ ملکیت کی وجہ
سے وہ ملکیت تقسیم کا تصرف ... سمجھا جائیگا

الملك فينقضه الشفيع كما ينقض بيعه وهبته۔

لہذا شفیع اوسکو باطل کر سکتا ہی جس طرح مشتری کی ہبہ اور بیع کو باطل کر سکتا ہی

(۱۲۰) ثم اطلاق الجواب في الكتاب يدل على ان الشفيع ياخذ النصف الذي صار للمشتري في اي جانب كان وهو المروي عن ابي يوسف رح لان المشتري لا يملك ابطال حقه بالقسمة وعن ابي حنيفة رح انه انما ياخذه اذا وقع في جانب الدار التي يشفع بها لانه لا يبقى جارا فيما يقع في الجانب الآخر۔

(۱۲۰) جامع صغیر کی عبارت مین چونکہ تخصیص نہین کی ہے اسلیے اوس سے معلوم ہوتا ہو کہ اگر بائع نے غیر منقسم مکان کا نصف حصہ فروخت کرکے بعد کو تقسیم کرکے مشتری کا حصہ علیحدہ کر دیا تو شفیع کو ہر صورت مین مشتری کے حصہ کو لینے کا اختیار ہے خواہ یہ حصہ کسی جانب نکلے یعنے شفیع کی جوار مین ہو یا دوسری جانب کو ہو اور ابو یوسف رح سے بھی یہی مروی ہی اسلیے کہ تقسیم کرنیسے شفیع کی حق کو مشتری نہین باطل کر سکتا ہی مگر ابو حنیفہ رح سے مروی ہی کہ اگر یہ حصہ شفیع کی مکان سے متصل ہوگا تو شفیع اوسکو لیسکتا ہی ورنہ نہین لیسکتا اسلیے کہ اگر دوسری جانب کو ہو تو شفیع کو وہین حق جوار نہین ہے

(۱۲۱) قال ومن باع دارا وله عبد ماذون عليه دين فله الشفعة وكذا اذا كان العبد هو البائع فلمولاه الشفعة لان الاخذ بالشفعة تملك بالثمن فينزل منزلة الشراء وهذا لانه مفيد لانه يتصرف للغرماء۔

بخلاف ما اذا لم يكن عليه دين لانه يبيعه لمولاه ولا شفعة لمن بيع له۔

(۱۲۱) اگر ایک شخص نے اپنے ایک غلام کو تجارت کی اجازت دے رکھی ہو اور اس شخص نے کوئی مکان فروخت کیا تو اوس مکان کو شفعہ کے ذریعہ سے وہ غلام لیسکتا ہی بشرطیکہ اوس غلام پر لوگون کا قرضہ ہو اسی طرح اگر یہ غلام کوئی مکان فروخت کرے تو اوسکا مالک بذریعہ شفعہ کے مکان لے سکتا ہی اس لیے کہ شفعہ کے ذریعہ سے لینا خریدنے کے حکم مین ہے کیونکہ شفیع ثمن ادا کرکے مکان کا مالک بنتا ہے اور غلام کا اندر قرضدار ہونیکی اسلئے قید لگائی ہو کہ قرضدار ہونیکی وجہ سے قرضخواہون کیلیے اوسکے تصرفات ہونگے اور اگر قرضدار نہین ہے تب تو مالک کی طرف سے فروخت کرتا ہو اور جس کی طرف سے بیع ہوتی ہی اوسکا شفعہ نہین ہوتا

(۱۲۲) قال وتسليم الاب والوصي الشفعة على الصغير جائز عند ابي حنيفة وابي يوسف رح وقال محمد وزفر رحمهم الله هو على شفعته اذا بلغ۔

(۱۲۲) اگر باپ یا باپ کے وصی نے نابالغ کی طرف سے شفعہ کو ترک کر دیا تو ابو حنیفہ رح اور ابو یوسف رح کے نزدیک اونکا ترک کر دینا صحیح ہوگا اور محمد رح اور زفر رح کے نزدیک بالغ ہو جانیکی بعد وہ نابالغ اپنے شفعہ پر قائم ہو جائیگا۔ مشائخ رح نے بیان کیا ہی

قالوا وعلى هذا الخلاف اذا بلغهما شراء دار بجوار دار الصبي فلم يطلبا الشفعة وعلى هذا الخلاف تسليم الوكيل بطلب الشفعة في رواية كتاب الوكالة وهو الصحيح۔

(۱۲۳) لمحمد وزفر انه حق ثابت للصغير فلا يملكان ابطاله كديته وقوده ولانه شرع لدفع الضرر فكان ابطاله اضرارا به ولهما انه في معنى التجارة فيملكان تركه الا ترى ان من اوجب بيعا للصبي صح رده من الاب والوصي ولانه دائر بين النفع والضرر وقد يكون النظر في تركه ليبقى الثمن على ملكه والولاية نظرية فيملكانه وسكوتهما كابطالهما لكونه دليل الاعراض وهذا اذا بيعت بمثل قيمتها۔

فان بيعت باكثر من قيمتها بما لا يتغابن الناس فيه قيل جاز التسليم بالاجماع لانه تمحض نظرا وقيل لا يصح بالاتفاق لانه لا يملك الاخذ فلا يملك التسليم كالاجنبي وان بيعت باقل من

کہ اگر باپ یا باپ کے وصی کو معلوم ہو کہ نابالغ کے مکان سے متصل کوئی مکان فروخت ہوا ہے اور وہ شفعہ کو نہ طلب کرین تو اوس مین بہی یہی اختلاف ہی- اسی طرح مبسوط کی کتاب الوکالت کی صحیح روایت کے موافق اگر طلب شفعہ کی لیے کسی کو وکیل کیا اور وکیل نے شفعہ کو ترک کر دیا تو اوس مین بہی یہی اختلاف ہی

(۱۲۳) محمد اور زفر رح کی دلیل یہ ہی کہ شفعہ اوس نابالغ کا ایک حق ہے جو اُس مکان مین ثابت ہوا ہی لہذا باپ یا باپ کا وصی اوسکو نہین باطل کر سکتا جسطرح کسی شخص پر نابالغ کے خونبہا یا اور کوئی قصاص ہو تو باپ یا باپ کا وصی اوسکو باطل نہین کر سکتا علاوہ برین شفعہ رفع ضرر کے لیے مقرر کیا گیا ہی اور اُسکے باطل کر دینے مین نابالغ کی ضررسانی ہی اور ابو حنیفہ اور ابو یوسف رح کی یہ دلیل ہے کہ شفعہ کے ذریعے سے لین دین کرنے کو تجارت کا حکم ہے لہذا باپ اور وصی اوسکو باطل کر سکتے ہین جسطرح کوئی شخص نابالغ کے اوپر ایک بیع کو ثابت کر دے تو باپ اور وصی اُسکو رد کر سکتے ہین دوسرے یہ کہ شفعہ کے لینے مین نفع اور ضرر دونون ہوتے ہین لہذا بعض اوقات مین اُسکا چھوڑ دینا نابالغ کے حق مین خیر خواہی ہو سکتا ہی تا کہ ثمن اوسکے ملکیت مین داخل رہے اور باپ وغیرہ کی ولایت نظری ہی لہذا شفعہ کو ترک کر سکتے ہین اور اُنکا سکوت بھی باطل کرنے کے حکم مین ہی اسلیے کہ سکوت اعراض کی دلیل ہی مگر یہ اختلاف اُسوقت ہی کہ وہ مکان برابر قیمت سے فروخت ہوا ہو اور اگر اسقدر زیادہ سے فروخت ہوا ہی کہ لوگ اسقدر نقصان کے متحمل نہین ہوتے ہین تو بعض کا قول ہی کہ ایسے وقت مین باپ اور وصی کا شفعہ کو ترک کر دینا بالاتفاق صحیح ہو گا اسلیے کہ اسمین محض خیر خواہی ہی اور بعض کا قول ہی بالاتفاق اون کا شفعہ کو ترک کر دینا غیر صحیح ہو گا اسلیے کہ جب وہ لینے کے مجاز نہین ہین تو ترک کرنے کے بھی مجاز نہین ہین

قیمتها محاباة کثیرة فعن ابی حنیفة رہ انه لا یصح التسلیم منهما ولا روایة عن ابی یوسف رہ والله اعلم۔

بلکہ اُنکو ایسے وقت مین اجنبی کا حکم ہی۔ اور اگر یہ مکان رعایت کے ساتھ بہت ہی کم قیمت سے فروخت ہوا ہے تو ابو حنیفہ رہ سے مروی ہے کہ اُن کا شفعہ کو ترک کر دینا صحیح نہوگا اور ابو یوسف رہ سے اسمین کوئی روایت مروی نہین ہے واللہ اعلم۔

تمت

الدر المختار فی الفقہ للمفتی محمد علاء الدین الحسکفی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الشفعۃ

مناسبتہ تملک مال الغیر بغیر رضاہ۔

غصب کے بعد شفعہ کا بیان اسواسطے کیا ہے کہ شفعہ کے اندر بھی دوسرے کے مال کو بغیر اوسکی رضامندی کے لے لیتا ہے۔

(۱) ھی لغۃ الضم وشرعًا تملیک البقعۃ جبرا علی المشتری بما قام علیہ بمثلہ لو مثلیا والا فبقیمتہ

(۱) لغت میں شفعہ کا لفظ وصل کے معنے مین آتا ہی اور شرع مین ایک فروخت شدہ جایداد کا اگر ثمن مثلی ہے تو مثل دیکر ورنہ اوس کی قیمت دیکر مشتری سے جبرًا لے لینے کا نام شفعہ ہے۔

(۲) وسببھا اتصال ملک الشفیع بالمشتری بشرکۃ او جوار

(۲) شفعہ کا سبب اصل مین شفیع کی ملکیت کا مشتری کے ملکیت سے متصل ہونا ہے خواہ شرکت کے طور پر یا جوار کے طور پر

(۳) وشرطھا ان یکون المحل عقارا سفلا کان او علوا وان لم یکن طریقہ فی السفل لانہ التحقق با لعقار بما لہ من حق القرار در رفلت

(۳) شفعہ کے اندر عقار کا ہونا شرط ہی اور جسطرح سے نیچے کا مکان عقار ہی اسیطرح بالاخانہ کو بھی عقار کا حکم ہی اگرچہ اوسکا راستہ نیچے کے مکان مین ہوکر نہو اسواسطے کہ بالاخانہ کو چونکہ نیچے کے مکان پر قائم رہنے کا حق ہی لہذا وہ بھی ایک نمبر منقولہ

واما ماجزم به ابن الکمال فی اول باب ماهی فیه من ان البناء اذابیع معه حق القرار یلتحق بالعقار فرده شیخنا الرملی وافتی بعدمها تبعا للبزازیة وغیرها فلیحفظ۔

چیز ہے اور ابن کمال نے جو یہ بات بیان کی ہو کہ اگر ایک مکان کی دیوارین مع حق قرار کے فروخت کیجائین تو اونکو عقار کا حکم ہو جاتا ہو تو شیخ رملی نے اس قول کا رد کیا ہو اور بزازیہ وغیرہ کے موافق اسبات کا فتوی دیا ہے کہ انکو عقار کا حکم نہین ہوتا۔

(۴) ورکنها اخذ الشفیع من احد المتعاقدین عند وجود سببها وشرطها۔

(۴) شفعہ کا سبب اور شرط پائے جانے کے بعد بائع یا مشتری سے شفیع کو مکان کا لے لینا شفعہ کا رکن ہے۔

(۵) وحکمها جواز الطلب عند تحقق السبب ولو بعد سنین۔

(۵) شفعہ کا حکم یہ ہے کہ اگر اوسکا سبب پایا جائے تو طلب کرنا صحیح ہو جاتا ہو اگرچہ برس گذر جائین۔

(۶) وصفتها ان الاخذ بها بمنزلة شراء مبتدأ فیثبت بها ما یثبت بالشراء کالرد بخیار رؤیة وعیب۔

(۶) بذریعہ شفعہ کے کسی چیز کا لینا مستقل طور پر خریدنیکے بمنزلہ ہوتا ہے اور جو احکام خریدنے مین ثابت ہوتے ہین وہ سب شفعہ مین بھی ثابت ہوتے ہین مثلا خیار رویت اور خیار عیب وغیرہ۔

(۷) تجب له لا علیه بعد البیع ولو فاسدا انقطع فیه حق المالك کما یاتی او بخیار المشتری وتستقر بالاشهاد فی مجلسه ای طلب المواثبة فلا تبطل بعده وتملك بالاخذ بالتراضی او بقضاء القاضی عطف علی الاخذ لثبوت ملك الشفیع بمجرد الحکم قبل الاخذ کما حرره ملا خسرو۔

(۷) بیع کے بعد ایک شخص کا شفعہ دوسرے پر ثابت ہو جاتا ہو اگرچہ یہ بیع فاسد ہو جس مین مالک کا حق زائل ہو گیا ہو یا اس بیع مین مشتری کا اختیار شرط کیا گیا ہو اور طلب مواثبت سے شفعہ قائم ہو جاتا ہو اور اگر یہ طلب نہ پائی جائے تو باطل ہو جاتا ہے اور شفیع مکان مشفوعہ کا اوسوقت مالک ہوتا ہی کہ قاضی اوسکے لیے مکان کا حکم دیدے یا باہمی رضامندی سے مدعی علیہ مکان کو اوس کے حوالہ کردے

+ + + + + +

+ + + + + +

(۸) بقدر رؤس الشفعاء لا الملك خلافا للشافعی۔

(۸) اگر ایک مکان مین بہت سے لوگ مختلف حصوں کے شریک ہون اور ایک شخص اپنا حصہ فروخت کردے تو حنفیہ کے نزدیک سب شریک حق شفعہ مین

(۹) للخليط متعلق بتجب في نفس المبيع ثم ان لم يكن او سلم له في حق المبيع وهو الذي قاسم وبقيت له شركة في حق العقار كالشرب والطريق خاصين۔

(۱۰) ثم فسر ذلك بقوله كشرب نهر صغير لا تجري فيه السفن وطريق لا ينفذ فلو عامين لا شفعة بهما بيانه شرب نهر مشترك بين قوم تسقى اراضيهم منه بيعت ارض منها فلكل اهل الشرب الشفعة ولو النهر عاما والمسئلة بحالها فالشفعة للجار الملاصق فقط۔

(۱۱) ثم لجار ملاصق ولو ذميا او ماذونا او مكاتبا بابه في سكة اخرى وظهر داره لظهرها فلو بابه في تلك السكة فهو خليط كما مر۔ [illegible]

(۱۲) وواضع جذوع على حائط و شريك في خشبة عليه جار ولو في نفس الجدار فشريك ملتقى قلت لكن قال المصنف ولو كان لبعض الجيران شركا في الجدار لا يتقدم على غيره من

(۹) سب سے پہلے وہ شخص شفعہ کا مستحق ہوتا ہی جو نفس عقار کے اندر شریک ہی اگر وہ نہو یا شفعہ کو ترک کر دیوے تو وہ شخص مستحق ہوگا جو عقار کے حق مین شریک ہی یعنے عقار سے اوسنے اپنا حصہ تقسیم کر لیا ہی مگر صرف حق مین اوسکا حصہ باقی ہی مثلاً آبپاشی کا حق یا راستہ چلنے کا حق بشرطیکہ یہ دونون خاص ہون۔

(۱۰) شرب خاص سے اتنی چھوٹی نہر مراد ہی جسمین کشتی نہ چلسکے اور طریق خاص سے بند راستہ مراد ہی انمین شرکت حاصل ہونے سے شفعہ کا حق ثابت ہوتا ہی اور اگر یہ دونون خاص نہون بلکہ عام ہون تو حق شفعہ نہین ثابت ہوتا۔ مثلاً ایک نہر کے آبپاشی مین لوگ شریک ہین اور اپنی اراضیات کو اس نہر سے پانی دیتے ہین تو ہر ایک شریک کو حق شفعہ ہوگا اور اگر یہ نہر بڑی ہی جسمین کشتیان چل سکتی ہین تو صرف فروخت شدہ اراضی کے جار کو حق شفعہ ہوگا۔

(۱۱) شریک فی العقار اور شریک فی حق العقار کے بعد جار ملاصق کو حق شفعہ ہوتا ہی اگرچہ وہ ذمی یا غلام ماذون یا مکاتب ہو اور جار ملاصق وہ شخص ہی جسکے مکان کی پشت بائع کے مکان سے ملی ہوی ہی اور اُسکا دروازہ دوسرے کوچہ مین ہی اسلیے کہ اگر اوسی کوچہ مین اُسکا دروازہ ہوگا تو وہ شریک فی حق العقار شمار کیا جائیگا

(۱۲) اگر ایک شخص کی کڑیان دوسرے کے مکان کی دیوار پر رکھی ہوئی ہین یا یہ شخص صرف ان کڑیون کے اندر شریک ہے تو یہ شخص اوس مکان کا شریک نہ سمجھا جائیگا بلکہ جوار کی وجہ سے اُسکو شفعہ کا استحقاق ہوگا اور اگر دیوار کے اندر شرکت ہی تو مکان کے اندر شریک سمجھا جائیگا مین کہتا ہون مگر مصنف نے بیان کیا ہی کہ اگر ایک جار مکان کی دیوار کے اندر شریک ہو

الجيران لان الشركة فى البناء المجرد بدون الارض لا يستحق بها الشفعة وفى شرح المجمع

توا‌ُس کو اور لوگون پر جو اوس مکان کے جار ہین کچھ تقدم ہوگا اسواسطے کہ صرف عمارت مین شریک ہونے سے شفعہ کا مستحق نہین ہوتا جبتک کہ زمین مین بھی شریک نہو۔

(۱۳) وكذا الجار المقابل فى السكة الغير النافذة الشفعة بخلاف النافذة۔

(۱۳) اگر ایک کوچہ سربستہ ہو تو جار مقابل کو بھی حق شفعہ ہوتا ہے اور غیر سربستہ مین نہین ہوتا۔

* * * * *

(۱۴) اسقط بعضهم حقه من الشفعة بعد القضاء فلو قبله فلمن بقى اخذ الكل لزوال المزاحمة ليس لمن بقى اخذ نصيب التارك لانه بالقضاء قطع حق كل واحد منهم فى نصيب الآخر۔ عيني۔

(۱۴) اگر شفعہ کے اندر کئی شخص شریک تھے اور ایک شخص نے اپنا حق چھوڑ دیا باوجودیکہ قاضی نے اُسکو شفعہ کا حکم دیدیا تھا تو باقی شرکا کو یہ استحقاق نہوگا کہ اس چھوڑنے والے کا حق بھی لے لین اسلیے کہ قاضی کے حکم دینے سے ہر ایک کا حق دوسرے کے حق سے منقطع ہوگیا۔ اور اگر قاضی کے حکم دینے سے پہلے ایک شخص نے شفعہ کو ترک کردیا تو باقی شرکا اوسکے حق کو بھی لے سکتے ہین ع

(۱۵) ولو كان بعضهم غائبا يقضى بالشفعة بين الحاضرين فى الجميع لاحتمال عدم طلبه فلا يؤخر بالشك وكذا لو كان الشريك غائبا فطلب الحاضر يقضى له بالشفعة كلها ثم اذا حضر وطلب قضى له بها فلو مثل الاول قضى له بنصفه ولو فوقه فبكله ولو دونه منعه خلاصة۔ ج ۴ ق ۱۹ س ۲ ۔

(۱۵) اگر ایک مکان کے شفعہ مین کئی شخص شریک ہین جنمین سے کچھ غائب اور کچھ حاضر ہین توان حاضرین کے لیے کُل مکان مین شفعہ کا حکم دیدیا جائیگا اسلیے کہ ممکن ہے وہ غایب اپنے شفعہ کو نہ طلب کرے لہذا صرف احتمال سے حاضرین کے حق مین تاخیر نہ کیجائیگی۔ اسیطرح اگر ایک شفیع غائب ہے اور حاضر نے شفعہ کا مطالبہ کیا تو اُسوقت کل شفعہ کا اوسکے لیے حکم دیدیا جائیگا بعد ازان اگر اُس غائب نے حاضر ہوکر شفعہ کی درخواست کی تو اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیا جائیگا مگر دوسرا اگر پہلے شفیع کے مثل ہے تو نصف مکان کا اُسکو حکم دیا جائیگا اور اگر اوس سے اعلی درجہ کا ہے تو کل مکان کا حکم دیا جائیگا اور اگر اُس سے ادنی درجہ کا ہے تو شفعہ سے

(۱۶) اسقط الشفيع الشفعة قبل الشراء لم يصح لفقد شرطه وهو البيع۔

(۱۶) اگر مکان ہنوز فروخت نہین ہوا تھا کہ شفیع اپنے شفعہ سے دست بردار ہوگیا تو صحیح نہوگا اسلیے کہ ابھی شفعہ کی شرط یعنے بیع نہین پائی گئی۔

(۱۷) اراد الشفیع اخذ البعض وترك الباقی لم یملك ذلك جبرا علی المشتری لضرر تفریق الصفقة۔

(۱۷) اگر شفیع اسبات کا قصد کرے کہ مکان کا ایک حصہ لے لون اور باقی کو ترک کر دون تو مشتری کے بغیر رضامندی کے ایسا نہین کرسکتا ہے اسلیے کہ اوس بیع کے متفرق کرنے مین مشتری کو ضرر ہے۔

(۱۸) ولو جعل بعض الشفعاء نصیبه لبعض لم یصح وسقط حقه به لاعراضه ویقسم بین البقیة بل لو طلب احد الشریکین النصف بناء علی انه یستحقه فقط بطلت شفعته اذ شرط صحتها ان یطلب الکل کما بسطه الزیلعی فلیحفظ۔

(۱۸) اگر ایک مکان کے شفعہ مین بہت سے لوگ شریک مین جنمین سے ایک شریک نے اپنا حصہ دوسرے ایک شریک کو دیدیا تو صحیح نہوگا مگر دینے والے کا حق اعراض کرنے کی وجہ سے ساقط ہوجائیگا اور باقی سب شریکون پر اسکا حق تقسیم ہو جائیگا بلکہ اگر مکان کے شفعہ مین دو شخص شریک مین اور ایک نے اپنے حق کے موافق نصف مکان مین شفعہ چاہا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ شفعہ کے صحیح ہونے مین کل مکان کا طلب کرنا شرط ہے چنانچہ زیلعی نے اسکی تفصیل بیان کی ہے۔

(۱۹) وصح بیع دور مکة فتجب الشفعة فیها وعلیه الفتوی اشباه قلت ومفاده صحة اجارتها بالاولی وقد مناه فلیحفظ لکنه یکره وسنحققه فی الحظر۔

(۱۹) مکہ معظمہ کے مکانات کی بیع بھی صحیح ہوتی ہے اور اونمین بھی شفعہ ثابت ہوتا ہے مفتی بہ قول یہی ہے مین کہتا ہون اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اوس کا کرایہ پر اوٹھانا بطریق اولی صحیح ہے چنانچہ ہم پہلے بیان کر چکے ہین مگر مکروہ ہے۔ کتاب الحظر والاباحہ مین ہم اس کا بیان عنقریب تحقیق کے ساتھ کرینگے۔

(۲۰) وفیها یصح الطلب من وکیل الشراء ان لم یسلم الی موکله وان سلم لا وبطلت هو المختار۔

(۲۰) اگر ایک شخص کالت دوسرے کے لیے مکان خریدا تو شفیع اس وکیل پر شفعہ کا دعوی کرسکتا ہے بشرطیکہ وہ مکان ہنوز موکل کے قبضہ مین اوس نے نہ دیا ہو اور اگر موکل کے قبضہ مین پہنچ گیا ہو تو وکیل پر دعوے سے نہین ہٹ سکتا قول مختار یہی ہے ۱۲

(۲۱) ولا شفعة فی الوقف ولا له نوازل ولا بجواره شرح مجمع وخانیة خلافا للخلاصة والبزازیة ولعل لا ساقطة قاله المصنف قلت وحمل شیخنا الرملی الاول علی الاخذ به والثانی

(۲۱) اگر کوئی شخص اپنا مکان وقف کر دے تو اوسمین شفعہ نہوگا اسیطرح اگر مکان موقوفہ کے قریب کوئی مکان فروخت ہو تو وقف کرنے والے کو اوسمین شفعہ نہوگا لیکن خلاصہ اور بزازیہ مین اسکے خلاف بیان کیا ہے مگر غالبًا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اونمین لا کا کلمہ کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہے جس کی وجہ سے یہ خلاف ہو گیا ہے چنانچہ مصنف علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے

على اخذه بنفسه اذا بيع ففى القبض حق الشفعة يبتنى على صحة البيع انتهى فمفاده ان ما لا يملك من الوقف بحال لا شفعة فيه وما يملك بحال ففيه الشفعة واما اذا بيع بجواره او كان بعض المبيع ملكا وبعضه وقفا وبيع الملك فلا شفعة للوقف والله اعلم۔

مین کہتا ہون ہمارے شیخ رملی نے لا له ولا بجواره کے یہ معنے کیے ہین لا له یعنے وقف کے ذریعے سے شفعہ نہین ہوسکتا ولا بجواره یعنے وقف کا مکان اگر فروخت ہو تو اسکو بذریعہ شفعہ کے جار نہین لے سکتا کہ وقف کے اندر حق شفعہ بیع کے صحیح ہونے پر موقوف ہی انتہی اسکا حاصل یہ ہے کہ جو وقف کسی حال مین مملوک نہو سکے اوسمین شفعہ نہین ہی اور جو کسی حال مین مملوک ہوسکتا ہی اوسمین شفعہ ثابت ہوتا ہی۔ اور اگر مکان موقوفہ کے جوار مین کوئی مکان فروخت ہو یا ایک مکان کا نصف مملوک اور نصف موقوف ہو اور وہ مملوک حصہ فروخت ہو تو وقف کرنے والے کو شفعہ نہوگا واللہ اعلم

باب طلب الشفعة

طلب شفعہ کا بیان

٢٢، ويطلبها الشفيع فى مجلس علمه من مشتر او رسوله او عدل او عدد بالبيع وان امتد المجلس كالمخيرة هو الاصح درر وعليه المتون خلافا لما فى جواهر الفتاوى انه على الفور وعليه الفتوى۔

٢٢، جس جلسہ مین شفیع کو مشتری یا اسکے قاصد یا اوکسی ایک پرہیزگار مرد یا معمولی دو مرد یا دو عورت اور ایک مرد کی زبانی بیع کا حال معلوم ہو تو اوسی جلسہ مین شفیع کو طلب شفعہ کرنا چاہیے اگرچہ وہ جلسہ بہت دیر تک ہو جسطرح مخیرہ کو اخیر جلسہ تک اختیار ہوتا ہے قول صحیح یہی ہے اور متون کے اندر یہی مذکور ہی مگر جواہر الفتاوی مین بیان کیا ہی کہ فی الفور طلب شفعہ کرنا چاہیے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

٢٣، بلفظ يفهم طلبها كطلبت الشفعة ونحوه كانا طالبها او طلبها وهو يسمى طلب المواثبة اى المبادرة والاشهاد فيه ليس بلازم بل لمخافة الجحود۔

٢٣، شفیع کو طلب شفعہ ان الفاظ کے ساتھ کرنا چاہیے جن سے شفعہ کی طلب مفہوم ہوسکے مثلاً مین نے شفعہ کو طلب کیا یا مین شفعہ کا طالب ہون یا شفعہ کو طلب کرتا ہون اور اسکو طلب مواثبت کہتے ہین اسلیے کہ مواثبت مبادرت اور سرعت کے معنے مین ہی اور طلب مواثبت کے اندر لوگون کو گواہ کرنا صرف اسلیے مناسب ہوتا ہی کہ مدعی علیہ انکار نہ کرسکے مگر ضروری نہین ہوتا

٢٤، ثم يشهد على البائع لو العقار فى يده او على المشترى

٢٤، طلب مواثبت کے بعد شفیع کو طلب اشہاد جس کو طلب تقریر بھی کہتے ہین کرنا چاہیے یعنے بائع یا مشتری یا عقار کے پاس جاکر لوگون کو اپنے

وان لم يكن ذا يد لانه مالك او عند العقار

طلب کرنے پر گواہ کرنا چاہیے مگر بائع کے پاس طلب اشہاد کرنے میں شرط ہے کہ اُس وقت تک مکان پر بائع کا قبضہ ہو اور مشتری کے اندر قبضہ کا ہونا شرط نہیں ہے اسواسطے کہ وہ تو مالک ہی ہے

(۲۵) فيقول اشترى فلان هذه الدار وانا شفيعها وقد كنت طلبت الشفعة واطلبها الان فاشهدوا عليه وهو طلب الاشهاد ويسمى طلب التقرير۔

(۲۵) طلب اشہاد کرنے کا یہ طریق ہے کہ لوگوں سے کہدے فلان شخص نے فلان مکان خریدا ہے اور میں اوسمین شفیع ہون اور طلب شفعہ کر چکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون تم لوگ اسبات کے گواہ رہو۔

(۲۶) وهذا الطلب لا بد منه حتى لو تمكن ولو بكتاب او رسول ولم يشهد بطلت شفعته وان لم يتمكن منه لا تبطل۔

(۲۶) شفعہ کے اندر طلب اشہاد کا ہونا بھی ضروری ہے حتے کہ اگر شفیع کسی طور پر خواہ بذریعہ خط کے یا قاصد کے ذریعہ سے ہو طلب اشہاد کر سکتا ہے مگر اوس نے طلب اشہاد نہ کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر کسی صورت سے طلب نہیں کر سکتا ہے تو باطل نہوگا۔

(۲۷) ولو اشهد فی طلب المواثبة عند احد هولاء كفاه وقام مقام الطلبين۔

(۲۷) اگر بیع کے مقام پر شفیع خود موجود تھا اور بائع یا مشتری یا مکان کے پاس اوسنے طلب مواثبت پر لوگونکو گواہ کر دیا تو اب اوسکو دوبارہ طلب اشہاد کی ضرورت نہ رہیگی

(۲۸) ثم بعد هذين الطلبين يطلب عند قاض فيقول اشترى فلان دار كذا وانا شفيعها بدار كذا الى لو قال بسبب كذا كما فی الملتقی لشمل الشريك فی نفس المبيع ومره بتسليم الدار الى هذا لو قبضها المشترى وطلب الخصومة لا يتوقف عليه وهو يسمى طلب تمليك وخصومة

(۲۸) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد قاضی کے روبرو شفیع کو اسطرح پر شفعہ کی درخواست کرنا چاہیے کہ فلان شخص نے فلان مکان خریدا ہے اور میں بذریعہ اپنے فلان مکان کے اُسکا شفیع ہون یا فلان سبب سے اُسکا شفیع ہون لہذا تو مشتری کو حکم دیجیے کہ وہ مکان کو میرے حوالہ کرے مگر یہ اُسوقت ہوگا کہ وہ مکان مشتری کے قبضہ میں آگیا ہو لیکن یہ طلب اسکے اوپر موقوف نہیں ہے اور اِس طلب کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہیں۔

(۲۹) وبتاخيره مطلقا بعذر او بغيره شهرا او اكثر لا تبطل الشفعة حتى يسقطها بلسانه به يفتى وهو

(۲۹) اگر طلب تملیک میں کسی وجہ سے تاخیر ہو جائے خواہ کسی عذر سے یا بلا عذر خواہ ایک مہینہ تک یا زیادہ تو اس سے شفعہ باطل نہیں ہوتا جبتک خود زبان سے شفعہ کو ترک نہ کرے

ظاهر المذهب وقيل يفتى بقول محمد ان اخره شهرا بلا عذر بطلت كذا في الملتقى يعني دفعا للضرر قلنا دفعه برفعه للقاضي ليامره بالاخذ او الترك۔

اسی پر فتوی ہی اور یہی ظاہر مذہب ہی اور بعض کے نزدیک محمد رح کے قول پر فتوی ہی کہ اگر بلا عذر ایک مہینہ تک تاخیر کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا ورنہ مشتری کا اوسمین ضرر ہے ہم کہتے ہین یہ ضرر اسطرح دفع ہو سکتا ہی کہ مشتری قاضی کے روبرو چارہ جوئی کرے کہ قاضی شفیع کو مکان کے لینے یا شفعہ سے دست بردار ہونے کا حکم دیدے۔

(۳۰) واذا طلب الشفيع سأل القاضي الخصم عن مالكية الشفيع لما يشفع به فان اقر بها اي بملكية ما يشفع به او نكل عن الحلف على العلم او برهن الشفيع انها ملكه سأله عن الشراء هل اشتريت ام لا فان اقر به او نكل عن اليمين على الحاصل في شفعة الخليط او على السبب في شفعة الجوار بخلاف الشافعي كما في كتاب الدعوى او برهن الشفيع قضى له بها هذا اذا لم ينكر المشتري طلب الشفيع الشفعة فان انكر فالقول له بيمينه ابن كمال۔

(۳۰) جسوقت شفیع قاضی کے روبرو شفعہ کا مطالبہ کرے تو قاضی کو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ جس مکان کے ذریعہ شفیع دعوی کرتا ہی وہ اس مکان کا مالک ہی یا نہین اگر مدعی علیہ نے شفیع کی ملکیت کا اقرار کرلیا یا مالکیت کا انکار کرنے کے بعد اپنے علم کے موافق حلف کرنے سے بھی انکار کیا یا شفیع نے اپنے مالکیت کے گواہ پیش کردیے تو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ تو نے مکان کو خریدا ہی یا نہین اگر خریدنے کا اقرار کرلیا یا (شریک کے شفعہ کی صورت مین) منکر ہو کر حاصل پر حلف کیا یا شفیع نے گواہ پیش کردیے یا شفعہ بالجوار کی صورت مین سبب پر حلف کرنے سے انکار کیا تو اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدیا جائیگا بخلاف شافعی رح کے مگر یہ اوسوقت ہی کہ مشتری شفیع کے طلب شفعہ کرنے سے انکار نہ کرے اور اگر انکار کیا تو قسم لیکر اوسکا قول مقبول ہو جائیگا۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۳۱) وان لم يحضر الثمن وقت الدعوى واذا قضى لزمه احضاره وللمشتري حبس الدار ليقبض ثمنه فلو قيل للشفيع اي بعد القضاء واما قبله فتبطل عند محمد لعدم التاكد كذا ذكره الزيلعي اذا الثمن

(۳۱) دعوے کے وقت شفیع کو قاضی کے روبرو ثمن کا حاضر کرنا ضروری نہین ہی بلکہ بغیر حاضر کیے شفعہ کا حکم دیدیا جائیگا مگر حکم دینے کے بعد ثمن کا موجود کرنا ضروری ہی اور مشتری ثمن کے وصول پانے تک مکان کو روک سکتا ہی اور اگر قاضی نے شفیع کو ادائے ثمن کا حکم دیا اور پھر اوس نے تاخیر کی تو شفعہ باطل نہ ہوگا مگر یہ اوسوقت ہی کہ قاضی اوسکے لیے شفعہ کا حکم دے چکا ہو اور اگر ہنوز حکم نہین دیا تھا

فاخر لم تبطل شفعته

(۳۲) والخصم للشفيع المشترى مطلقا والبائع قبل التسليم الاول بكله والثانى بيده ابن كمال ولكن لا تسمع البينة عليه حتى يحضر المشترى لانه المالك ويفسخ بحضوره ولو سلم للمشترى لا يلزم حضور البائع لزوال الملك واليد عنه ابن كمال ويقضى القاضى بالشفعة والعهدة لضمان الثمن عند الاستحقاق على البائع قبل تسليم المبيع الى المشترى والعهدة على المشترى لو بعده لما مر

(۳۳) للشفيع خيار الرؤية والعيب وان شرط المشترى البراءة منه دون خيار الشرط والاجل اختيار

تو محمد رح کے نزدیک باطل ہو جائیگا اسلیئے کہ ہنوز اُسکو استحکام نہیں ہوا تھا

(۳۲) مشتری سے تو بہرحال شفیع دعوی کر سکتا ہے اسلیئے کہ وہ مکان کا مالک ہے اور اگر بائع نے ہنوز مکان کو مشتری کے قبضہ میں نہیں دیا ہے تو بائع کا قبضہ ہونے کی وجہ سے شفیع اوسپر بھی دعوی کر سکتا ہے مگر جبتک مشتری بھی بائع کے ساتھ حاضر نہوگا شفیع کے گواہ مشتری کے اوپر مسموع نہونگے اسلیئے کہ مالک وہی ہے اور اوسکے روبرو بیع کو قاضی فسخ کریگا اور شفیع کے لیئے شفعہ کا حکم دیگا اور اگر بائع نے مکان کو مشتری کے قبضہ میں دیدیا ہے تو قاضی کے روبرو بائع کے حاضر ہونے کی کچھ ضرورت نہیں ہے اسلیئے کہ اسکا قبضہ ہی نہ اوسکی ملک ہے اور اگر شفیع نے ثمن کو ادا کر کے مکان لے لیا بعد ازاں مکان میں کسی کا حق برآمد ہوا تو مشتری کا قبضہ نہونے کی صورت میں بائع ذمہ دار ہوگا اور قبضہ ہو جانے کی صورت میں مشتری ذمہ دار ہوگا۔

(۳۳) شفیع کو خیار رویت اور خیار عیب حاصل ہوتا ہے اگرچہ مشتری سے بائع نے عیب سے بری ہونے کی شرط کر لی ہو مگر شفیع کو خیار شرط اور خیار اجل ثابت نہیں ہوتا۔

\+ + + + +

(۳۴) وفى الاشباه الشفعة بيع فى كل الاحكام الا ضمان الغرور للجبر۔

(۳۵) وان اختلف الشفيع والمشترى فى الثمن والدار مقبوضة والثمن منقود صدق المشترى بيمينه لانه منكر ولا يتحالفان وان برهنا فالشفيع احق لان بينته ملزمة۔

(۳۶) ادعى المشترى ثمنا وادعى

(۳۴) اشباہ میں مذکور ہے کہ تمام احکام کے اندر شفعہ کو بیع کا حکم ہے بجز اوس صورت کے کہ بیع کے اندر فریب کی حالتمیں بائع کو تاوان دینا پڑتا ہے اور شفعہ کے اندر نہیں دینا پڑتا اسلیئے کہ شفیع جبراً مکان کا م

(۳۵) اگر شفیع اور مشتری کے مابین ثمن کے اندر اختلاف ہو اور مکان مشتری کے قبضہ میں آچکا اور وہ ثمن ادا کر چکا ہے تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اسلیئے کہ وہ منکر ہے اور دونوں سے حلف نہ لیا جائیگا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کر دیئے تو شفیع کے گواہوں کا اعتبار ہوگا اسلیئے کہ اُنسے ایک کا حق دوسرے کے اوپر ثابت ہوتا ہے۔

(۳۶) مشتری کہتا ہے میں نے یہ مکان سو روپیہ کو خریدا ہے اور بائع

بالغہ اقل منہ بلا قبضہ فالقول لہ ای للبائع ومع قبضہ للمشتری ولو عکسا فبعد قبضہ القول للمشتری وقبلہ یتحالفان وای نکل اعتبر قول صاحبہ وان حلفا فسخ البیع ویاخذ الشفیع بما قال البائع ملتقی۔

کہتا ہی مین نے پچاس کو فروخت کیا ہی مگر ہنوز مکان پر اوسکا قبضہ نہین ہوا ہی تو بائع کا قول معتبر ہوگا اور اگر قبضہ ہوگیا ہی تو مشتری کا قول مقبول ہوگا اور اگر اونکے برعکس صورت ہی یعنے مشتری پچاس کا اور بائع سو کا مدعی ہی اور مشتری کا قبضہ ہوگیا تھا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر قبضہ نہین ہوا تھا تو دونون سے حلف لیا جائیگا اور جو شخص حلف سے انکار کریگا اوس سے دوسرے کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون سے حلف کر لیا تو بیع فسخ کردیجائیگی اور بائع کے قول کے موافق شفیع مکانکو

(۳۷) وحط البعض یظهر فی حق الشفیع فیاخذ بالباقی وکذا هبة البعض الا اذا کانت بعد القبض اشباہ۔

(۳۷) اگر بائع نے مشتری کے حق مین ثمن کے اندر کچھ کمی کردی تو شفیع کے حق مین بھی کمی ہوجائیگی اور اُسی کمی کے ساتھ مکان کو لیگا اسیطرح اگر بائع مشتری کے لیے کچھ ثمن ہبہ کردے تو شفیع کے حق مین کمی ہوجائیگی مگر وصول کرنے کے بعد اگر کچھ ثمن ہبہ کیا ہے تو کمی نہوگی۔

(۳۸) وحط الکل والزیادۃ لا فیاخذ بکل المسمی ولو حط النصف ثم النصف یاخذ بالنصف الاخیر ولو علم انہ شراہ بالف فسلم ثم حط البائع مائۃ فلہ الشفعۃ کما لو باعہ بالف فسلم ثم زاد البائع لہ جاریۃ او متاعا قنیہ۔

(۳۸) اگر بائع نے مشتری کو کل ثمن چھوڑدیا یا مشتری نے کچھ ثمن اپنی طرف سے بڑھا دیا تو شفیع کے اعتبار سے اس کا لحاظ نکیا جائیگا بلکہ پورا ثمن دینا پڑے گا اور اگر بائع نے اولًا نصف ثمن کی کمی کرکے بعد ازان باقی نصف کو بھی چھوڑدیا تو اخیر نصف ثمن سے شفیع مکان کو لے لیگا۔ اور اگر شفیع کو اولًا معلوم ہوا کہ وہ مکان ہزار کو فروخت ہوا ہی یہ سنکر اوسنے شفعہ کو ترک کردیا بعد ازان بائع نے سو روپیہ کی کمی کردی تو اُسکو شفعہ ثابت ہوجائیگا جسطرح بائع نے وہ مکان ہزار کو فروخت کیا اور شفیع نے شفعہ نہ کیا بعد ازان بائع نے مکان کے ساتھ ایک [illegible]

(۳۹) وفی الشراء بمثلی ولو حکما کالخمر فی حق المسلم ابن کمال یاخذہ بمثلہ وفی الشراء القیمی بالقیمۃ ای یوم الشراء ففی بیع عقار بعقار یاخذ الشفیع کلا من العقارین بقیمۃ الآخر۔

(۳۹) اگر کوئی مکان مثلی چیز کے ساتھ فروخت ہوا اگرچہ وہ چیز حکمًا مثلی ہو جسطرح مسلمان کے حق مین شراب کا حکم ہی تو اس صورت مین شفیع کو مکان کے بدلے مین مثل دینا پڑیگا اور اگر قیمتی چیز کے ساتھ فروخت ہوا ہی تو خریدنے کے وقت کی قیمت دینا پڑیگی اور اگر ایک مکان بعوض دوسرے مکان کے فروخت ہوا تو ہر ایک مکان کا شفیع اوس مکان کو دوسرے مکان کی قیمت دیکر لے لیگا۔

(٤٠) وفي الشراء بثمن مؤجل يأخذ بحال او طلب الشفعة في الحال واخذ بعد الاجل ولا يتعجل ما على المشترى لو اخذ بحال ولو سكت عنه فلم يطلب في الحال وصبر حتى يطلب عند حلول الاجل بطلت شفعته خلافا لابي يوسف۔

(٤٠) اگر ایک مکان ثمن مؤجل سے فروخت ہوا تو شفیع فی الحال ثمن دیکر مکان کو لے لیسکتا ہے یا اسکو چاہیے کہ طلب شفعہ تو فی الحال کرے مگر مدت گذرنے کے بعد مکان کو بذریعہ شفعہ کے لیلے اور اگر اوسنے فی الحال ثمن دیکر مکان کو لے لیا تو مشتری کو فی الحال بائع کے ثمن ادا کرنا نپڑے گا اور اگر شفیع نے طلب شفعہ سے سکوت کیا اور اُس مدت تک انتظار کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا بخلاف ابو یوسف کے۔

\+ + + + +

(٤١) ويأخذ بمثل الخمر وقيمة الخنزير ان كان البائع والمشترى والشفيع ذميا لابد ان يكون البائع ايضا ذميا والا يفسد البيع فلا تثبت الشفعة ابن كمال معزيا للمبسوط ويأخذ بقيمتها لما مر لو كان الشفيع مسلما لمنعه عن تمليكها وتملكهما ثم قيمة الخنزير هنا قائمة مقام الدار لا مقام الخنزير ولذا لا يحرم تمليكها بخلاف المرور على العاشر۔ وطريق معرفة قيمة الخمر والخنزير بالرجوع الى ذمي اسلم او فاسق تاب ولو اختلفا فيه فالقول للمشترى عنايه۔

(٤١) اگر بائع اور مشتری اور شفیع ذمی لوگ ہیں اور مکان کی بیع شراب یا خنزیر سے ہوئی ہو تو شفیع کو شراب کے بدلہ مین شراب اور خنزیر کے بدلہ مین اوسکی قیمت دینی پڑیگی او راس صورت مین بائع کا ذمی ہونا ضروری ہے اسلیے کہ اگر وہ مسلمان ہو تو بیع صحیح نہوگی اور شفعہ ثابت نہوگا اور اگر شفیع مسلمان شخص ہو تو دونون کے بدلہ اُسکو قیمت ہی دینا پڑیگی اسواسطے کہ مسلمان شراب اور خنزیر کا لین دین نہین کرسکتا مگر اسجگہ خنزیر کی قیمت مکان کے قائم مقام سمجھی جائیگی خنزیر کے قائم مقام نہ سمجھی جائیگی و لہذا دوسرے کا اسکو مالک بنا سکتا ہے بخلاف اوس صورت کے کہ ایک مسلمان نصاب کے قدر خنزیر لیکر عاشر کی طرف گذرے کہ اُس مسلمان سے خنزیر کی قیمت مین سے کچھ نلیا جائیگا لو اگر کافر ہو تو اُس سے لیا جائیگا۔ اور شراب یا خنزیر کی قیمت کا اندازہ کسی ذمی سے کرایا جائیگا جو مسلمان ہوگیا ہو یا کسی فاسق سے جس نے توبہ کرلی ہو اور اگر قیمت کے اندر اختلاف ہو تو مشتری کا قول معتبر ہوگا۔

(٤٢) ويأخذ الشفيع بالثمن وقيمة البناء والغرس مستحق القلع كما مر في الغصب

(٤٢) اگر مشتری نے اراضی کے اندر درخت لگالیے یا عمارت بنالی تو شفیع اوسکو زمین کا ثمن اور درختون اور عمارت کی وہ قیمت دیکر لیلے جو اوکھاڑنے کی غرض سے اونکی قیمت اندازہ کیجاے جسطرح غصب کے اندر بیان ہے

۴۳، قلت و اما لو دهنها بالوان كثيرة او طلاها بعص كثير خير الشفيع بين تركها او اخذها و اعطاء ما زاد الصبغ فيها لتعذر نقضه ولا قيمة لنقضه بخلاف البناء حاوى الزاهدى وسيجئ۔

۴۳، مین کہتا ہون اگر مشتری نے ایک مکان خرید کر بہت سی لاگت لگا کر اوسپر قلعی وغیرہ یا اوسکی استرکاری کرائے تو شفیع کو اختیار ہوگا خواہ شفعہ چہوڑ دے خواہ اوسکے ثمن مین اسقدر دام زیادہ کردے جتنی اسکے لاگت مین صرف ہوئے ہین اسلیے کہ اُس قلعی او بعدا لیعنی کا دیوارون پر سے چہوٹانا دشوار ہے اور چہوٹالینے کے بعد اوسکے لیے کچہ معتد بہ قیمت نہین ہوتی بخلاف عمارت وغیرہ کے

۴۴، لو بنى المشترى او غرس او كلف الشفيع المشترى قلعهما الا اذا كان فى القلع نقصان الارض فان الشفيع له ان ياخذها مع قيمة البناء والغرس مقلوعة غير ثابتة قهستانى۔

(۴۴) اگر مشتری نے اراضی کے اندر عمارت بنالی یا درخت لگالیے اور اوسکے اوکہاڑنے مین زمین کا نقصان ہے تو شفیع ثمن کے ساتھ درختون اور عمارت کی وہ قیمت دیکر لےسکتا ہے جو اوکہاڑنے کی غرض سے اوسکی قیمت ہوتی ہو + +

\+ + + + + +

۴۵، وعن الثانى ان شاء اخذ بالثمن وقيمة البناء والغرس او ترك وبه قال الشافعى ومالك قلنا هى فيما لغيره فيه حق اقوى ولذا تقدم عليه فينقضه كما ينقض الشفيع جميع تصرفاته اى المشترى حتى الوقف والمسجد والمقبرة والهبة زيلعى وزاهدى۔

(۴۵) ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ جس صورت مین مشتری نے عمارت وغیرہ بنالی ہو تو شفیع کو صرف یہ اختیار رہتا ہے کہ ثمن کے ساتھ عمارت وغیرہ کی قیمت دیکر اوسکو لے یا شفعہ کو ترک کردے امام شافعی رح اور امام مالک رح کا قول بہی یہی ہے اور حنفیہ کہتے ہین کہ مشتری نے یہ عمارت وغیرہ ایسی اراضی مین بنالی ہے جسمین دوسرے کا حق مقدم ہے لہذا اوسکو تقدم ہے اسواسطے اوسکا تصرف باطل ہوجائیگا جسطرح اوسکے تمام تصرفات جیسے کہ وقف کرنا یا مسجد یا مقبرہ بنانا یا ہبہ کرنا باطل ہوجاتا ہے۔

۴۶، و اما الزرع فلا القلع استحسانا لان له نهاية معلومة ويبقى بالاجر۔

۴۶، اگر مشتری نے اوس زمین مین کہیتی کرلی تو استحسان کے طور پر یہ حکم دیا جاتا ہے کہ شفیع اوسکو نہ اوکہاڑے اسلیے کہ اول تو وہ ایک خاص مدت تک رہتی ہے علاوہ برین شفیع کو اوسکی اجرت ملجائیگی۔

۴۷، ورجع الشفيع بالثمن فقط ان اخذ بالشفعة ثم بنى او غرس ثم استحقت ولا يرجع بقيمة البناء

۴۷، اگر شفیع نے شفعہ کے ذریعہ سے ایک زمین لیکر اوس مین عمارت وغیرہ بنالی بعد ازان زمین مین کسی کا حق برآمد ہوا تو اپنے مدعی علیہ سے فقط ثمن واپس لے سکتا ہے اور عمارت وغیرہ کی قیمت

والغرس على احد لانه ليس بمغرور بخلاف المشتري۔

کسی سے نہیں لے سکتا اسلیے کہ اسکو کسی نے فریب نہیں دیا ہے بخلاف مشتری کے کہ اسکو دہوکا ہو سکتا ہے۔

(٤٨) ويأخذ بكل الثمن ان خربت الدار او جف الشجر بلا فعل احد والاصل ان الثمن يقابل الاصل لا الوصف وهذا اذا لم يبق شئ من نقض او خشب فلو بقي واخذه المشتري لانفصاله من الارض حيث لم يكن تبعا للارض تسقط حصته من الثمن فيقسم الثمن على قيمة الدار يوم العقد وعلى قيمة النقض يوم الاخذ زيلعي۔

(٤٨) اگر خرید شدہ مکان خودبخود منہدم ہوگیا یا باغ کے درخت خودبخود خشک ہوگئے تو شفیع کو پورا ثمن دینا پڑیگا کہ ثمن دے سکتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ثمن اصل بیع کے مقابل ہوتا ہے وصف کے مقابل نہیں ہوتا مگر یہ اوسوقت ہے کہ مکان کا ملبہ اور درختوں کی لکڑی نہ باقی رہی ہو اور اگر باقی ہو اور مشتری نے زمین سے جدا ہونے کے بعد اوسکو لے لیا ہو تو وہ زمین کے تابع نہ رہیگا اور بقدر اوسکے ثمن میں کمی کر دیجائیگی مگر اوس ثمن کو مکان کی اوس قیمت پر جو خریدنے کے وقت تھی اور ملبہ کی اوس قیمت پر جو لینے کے وقت ہے تقسیم کرینگے اور اوسکے حساب سے کمی کر دیجائیگی۔

(٤٩) قلت فلو لم يأخذه المشتري كان هلك بعد انفصاله لم يسقط شئ من الثمن لعدم حبسه اذ هو من التوابع والتوابع لا يقابلها شئ من الثمن وبالاخذ بالشفعة تحولت الصفقة الى الشفيع فقد هلك ما دخل تبعا قبل القبض ولا يسقط بمثله شئ من الثمن قاله شيخنا۔

(٤٩) اگر مکان خودبخود منہدم ہوگیا یا درخت خودبخود خشک ہوگئے اور زمین سے جدا ہو جانے کے بعد شفیع نے اوسکو نہیں لیا مثلاً وہ خود ہلاک ہوگئے تو ثمن میں سے شفیع کے حق میں کچھ کمی نہ کیجائیگی اسلیے کہ شفیع نے انکو نہیں روکا پس وہ توابع میں سے ہونگے اور توابع کے مقابل میں ثمن کا کوئی حصہ نہیں ہوتا ہے اور شفعہ کے ذریعہ سے لینے میں یہ بیع شفیع کی طرف منتقل ہوگئی اور قبضہ کرنے سے پہلے وہ چیز جو بالتبع بیع کے اندر داخل ہوئی تھی ہلاک ہوگئی اور ایسے وقت میں ثمن میں کچھ کمی نہیں ہوتی ہے شیخ رملی نے اسکو بیان کیا ہے۔

(٥٠) بخلاف ما اذا تلف بعض الارض بغرق حيث يسقط من الثمن بحصته لان الفائت بعض الاصل زيلعي۔

(٥٠) اگر زمین کا ایک حصہ دریا برد ہو کر تلف ہوگیا تو بقدر اوسکے شفیع کے حق میں ثمن کم ہو جائیگا اسلیے کہ یہاں اصل مبیع کا حصہ فوت ہوگیا۔

(۵۱) ويأخذ بحصة العرصة من الثمن ان نقض المشتري البناء لانه قصد الاتلاف وفي الارض الآفة سماوية ويقسم الثمن على قيمة الارض والبناء يوم العقد بخلاف انهدامه كما مر لتقومه بالحبس۔

(۵۱) اگر مشتری نے مکان کو خود منہدم کردیا تو صرف زمین کے قدر ثمن ادا کرکے شفیع نے لیگا اسلیے کہ یہان قصداً اوس نے عمارت کو تلف کیا ہی اور دریا برد ہو جانے کی صورت مین اسکا کچھ اختیار نہین تھا بلکہ وہ آفت سماوی تھی مگر اس صورت مین ثمن کو زمین اور عمارت کی اوس قیمت پر تقسیم کرینگے جو عقد کے زمانہ مین اوسکی قیمت ہوگی بخلاف اوس صورت کے کہ عمارت خود منہدم ہو جاوے اسلیے کہ روکنے سے اوسکی قیمت ہو جاتی ہے۔

(۵۲) ونقض الاجنبي كنقضه اي المشتري۔

(۵۲) اگر کسی اجنبی شخص نے مکان کو منہدم کردیا تو اوس کو بھی مشتری کے منہدم کرنے کا حکم ہی یعنے شفیع کے حق مین ثمن کم ہو جاویگا

(۵۳) والنقض بالكسر المنقوض له اي للمشتري وليس للشفيع اخذه لزوال التبعية بالانفصال ويأخذ بثمرها استحسانا لاتصاله۔

(۵۳) اگر مکان منہدم ہوگیا تو مکان کا ملبہ مشتری کو ملیگا شفیع کو نہ ملیگا اسلیے کہ زمین سے جدا ہو جانے کی وجہ سے وہ ملبہ زمین کے توابع مین سے نہین رہا مگر درختون کا پھل شفیع کو استحسان کے اعتبار سے ملجائیگا اسلیے کہ درختون کے ساتھ اوسکو اتصال ہے۔

(۵۴) من ابتاع ارضا ونخلا وثمرا او اثمر بعد الشراء في يده وان جذه المشتري فليس للشفيع اخذه لما مر او هلك بآفة سماوية وقد اشتراها بثمرها سقطت حصته من الثمن في الاول اي ثمرها بثمرها وبكل الثمن في الثاني لحدوثه بعد القبض۔

(۵۴) اگر ایک شخص نے زمین کو مع درختون اور پھل کے خریدا یا خریدنے کے بعد مشتری کے پاس درختون پر پھل آگیا اور مشتری نے اوسکو کاٹ لیا تو شفیع اوسکو نہ لیسکیگا اور اگر مع پھل کے خریدا اور آفت سماوی سے ہلاک ہوگیا تو پہلی صورت مین بقدر اوس کے ثمن مین کمی کردیجائیگی اور دوسری صورت مین شفیع کو کل ثمن دینا پڑیگا اسلیے کہ قبضہ کرنے کے بعد وہ پھل پیدا ہوا ہے۔

(۵۵) قضي بالشفعة للشفيع ليس له تركها شرح وهبانية لتحويل الصفقة اليه بخلاف ما قبل

(۵۵) جب قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تو اب وہ شفعہ کو ترک نہین کرسکتا ہوا اسلیے کہ اب وہ عقد شفیع کیطرف منتقل ہوگیا بخلاف اوس صورت کے کہ قاضی نے

القضاء۔

ہنوز حکم نہ دیا ہو۔

(56) الطلب في بيع فاسد وقت انقطاع حق البائع اتفاقا وفي هبة بعوض مشروط ولا شيوع فيهما وقت التقابض وفي بيع فضولي او بخيار بائع وقت البيع عند الثاني ووقت الاجازة عند الثالث وبخيار مشتر وقت البيع اتفاقا مجتبى۔

(56) بیع فاسد کی صورت مین طلب شفعہ بالاتفاق اوس وقت کرنا چاہیے جب بائع کا حق اوس سے منقطع ہو جائے اور جس ہبہ کے اندر عوض شرط کیا گیا ہو اور عوضین ایک مشترک اور غیر معین چیز نہین تو تقابض کے بعد طلب شفعہ کرنا چاہیے اور بیع فضولی یا اوس بیع مین جسکے اندر بائع کا اختیار شرط کیا گیا ہو ابو یوسف رح کے نزدیک بیع کی وقت اور امام محمد رح کے نزدیک اجازت کی وقت طلب کرنا چاہیے اور اگر مشتری کا اختیار شرط کیا گیا ہو تو بالاتفاق بیع کے وقت طلب کرنا چاہیے

(57) من لم ير الشفعة بالجوار كالشافعي مثلا طلبها عند حاكم يراها يقول له هل تعتقد وجوبها ان قال نعم اعتقد ذلك حكم له بها والا يقل لا يحكم منية وبزازية

(57) اگر ایک شافعی المذہب نے جو شفعہ بالجوار کا قائل نہین ہے ایسے قاضی کے روبرو شفعہ کا دعوی کیا جو اوسکا قائل ہے تو قاضی کو اوس سے دریافت کرنا چاہیے کہ تو شفعہ بالجوار کو مانتا ہے اگر اوسنے کہدیا ہان مانتا ہون تب تو اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدیا جائے ورنہ حکم نہ دیا جائے۔

\+ + + + +

فروع

(58) اخر الشفيع ايجاب الطلب لكون القاضي لا يراها فهو معذور وكذا لو طلب من القاضي احضاره فامتنع بخلاف سبت اليهودي كما يأتي۔

(58) اگر شفیع نے طلب تملیک مین اسوجہ سے تاخیر کی کہ اوسکے شہر کا قاضی شفعہ بالجوار کا قائل نہین تھا تو شفیع معذور سمجھا جائیگا۔ اسیطرح اگر شفیع نے قاضی سے مدعی علیہ کے حاضر کرانے کی درخواست کی اور قاضی نے اوسکو حاضر نہ کرایا تو شفیع معذور ہوگا اور اگر ایک یہودی نے ہفتہ کے روز بیع کی خبر سنکر طلب شفعہ مین تاخیر کی تو وہ معذور نہو گا

(59) شرى ارضا بمائة فرفع ترابها وباعه بمائة ثم اخذها الشفيع بالشفعة اخذها بخمسين لان ثمنها يقسم على قيمة الارض يوم الشراء قبل رفع التراب وعلى

(59) ایک شخص نے سو روپیہ کو ایک زمین خریدی اور اوسمین سے مٹی کھود کر سو روپیہ کو مٹی فروخت کر ڈالی بعد شفیع نے بذریعہ شفعہ کے اوسکو لے لیا تو شفیع کو پچاس روپیہ دینا پڑینگے اسواسطے کہ اوسکا ثمن زمین کی اوس قیمت پر جو خریدتے وقت بغیر مٹی کے کھودوالی تھی اور اوس مٹی کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا اور وہ دونون برابر

قیمة التراب الذی باعه وهما سواء ولو کبسها کما کانت فالجواب لاتفاوت ویقال للمشتری ارفع ما کبست فیها فهو ملك حاوی الزاهدی۔

مین اور اگر اوس مٹی کو ڈال کر زمین کو بدستور سابق ہموار کر دیا تو اوسکا حکم بھی یہی ہے اور مشتری سے کہدیا جائیگا تو نے جو اسکے اندر بھر دیا ڈالا ہے اوس کو اوٹھا کر لیجا اس لیے کہ وہ تیرا مال ہے۔

✢ ✢ ✢ ✢

(۶۰) وفیه شری دارا الی الحصاد فلیس للشفیع ان یعجل الثمن ویاخذها بالشفعة لانه ملکها ببیع فاسد انتهی قلت وسیجئ انه لاشفعة فیما بیع فاسدا ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا اسقط الفسخ ببناء ونحوه وجبت۔

(۶۰) حاوی زاہدی مین بیان کیا ہے اگر ایک مکان باین قرار داد خریدا کہ اسکا ثمن اوس وقت ادا کرونگا جب کھیت کٹینگے تو شفیع فی الفور ثمن ادا کر کے شفعہ کے ذریعہ سے اوسکو نہین لے سکتا ہے اسلیے کہ مشتری بیع فاسد سے اوسکا مالک ہوا ہے مگر مین کہتا ہون عنقریب یہ مسئلہ آتا ہے کہ بیع فاسد کے اندر شفعہ ثابت نہین ہوتا اگرچہ مشتری کا قبضہ ہو گیا ہو اسلیے کہ فسخ کا احتمال باقی رہتا ہے مگر عمارت وغیرہ بنانے سے اگر فسخ ساقط ہو جائے تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

(۶۱) وفی المبسوط الهبة بشرط العوض انما تثبت الملك للموهوب له اذا قبض الکل فلو وهب دارا علی عوض الف درهم فقبض احد العوضین دون الآخر ثم سلم الشفیع الشفعة فهو باطل حتی اذا قبض العوض الآخر کان له ان یاخذ الدار بالشفعة۔

(۶۱) ہبہ بشرط العوض مین موہوب له اوس وقت مالک ہوتا ہے جب عوض اور معوض دونون قبضہ مین آجائین لہذا اگر عوض ہزار روپیہ کے ایک مکان ہبہ کیا اور صرف مکان یا صرف روپیہ پر کسی کا قبضہ ہوا تھا کہ شفیع نے شفعہ کو ترک کر دیا تو اوس کا شفعہ باطل نہوگا اور جب دوسری عوض پر قبضہ ہو جائیگا تو شفیع شفعہ کے ذریعہ سے مکان کو لے لیگا۔

✢ ✢ ✢ ✢ ✢

باب ما تثبت هی فیه او لا تثبت

اس امر کا بیان کہ کن چیزون مین شفعہ ثابت ہوتا ہے اور کن چیزونمین نہین ثابت ہوتا

(۶۲) لاتثبت قصدا الا فی عقار ملك بعوض خرج الهبة هو مال

۶۲ (۱) الا صرف عقار کے اندر شفعہ ثابت ہوتا ہے بشرطیکہ بعوض کسی قسم کے مال کے انسان کو عقار کی ملکیت حاصل ہو

خرج المهر وان لم يكن يقسم خلافاً للشافعي كرحى اى بيت الرحى مع الرحى نهاية وحمام وبير ونهر وبيت صغير لا يمكن قسمته۔

اگرچہ وہ عقار ایسی چیز ہو جسکی تقسیم نہو سکے لہذا ہبہ کے طور پر یا مہر کے عوض مین اگر ملکیت حاصل ہو تو شفعہ ثابت نہین ہوتا اور امام شافعی رح کے نزدیک اوس عقار مین بھی شفعہ ثابت ہو جاتا ہی جسکی تقسیم نہین ہو سکتی جسطرح پن چکی حمام کنوان نہر چھوٹا سا مکان۔

(٦٣) لا في عرض بالسكون ما ليس بعقار فيكون ما بعده من عطف الخاص على العام وذلك خلافاً لمالك وبناء ونخل اذا بيعا قصداً ولو مع حق القرار خلافاً لما نهمه ابن الكمال لمخالفته المنقول كما افاده شيخنا الرملي۔

(٦٣) غیر منقولات مین اور کشتی مین شفعہ ثابت نہین ہوتا مگر کشتی مین امام مالک رح کا اختلاف ہی اور دیوار یا درخت مستقل طور پر فروخت ہو تو اسمین بھی شفعہ نہین ثابت ہوتا اگرچہ مع حق قرار کے انکی بیع کیجائے مگر ابن کمال نے اسکے خلاف سمجھا ہی اسلیے کہ حق قرار کے ساتھ فروخت ہونے سے وہ منقول کے منافی ہو جائیگی جیسا کہ شیخ رملی نے اسکو بیان کیا ہے۔

✣　✣　✣　✣　✣

(٦٤) ولا في ارث وصدقة وهبة لا بعوض مشروط ودار قسمت او جعلت اجرة او بدل خلع او عتق او صلح عن دم عمد او مهر وان قوبل ببعضها اى الدار مال لانه في معنى البيع تابع فيه واوجباها في حصة المال۔

(٦٤) اگر بذریعہ ارث یا صدقہ یا اوس ہبہ کے جسمین عوض کی شرط نہو کوئی مکان ملے یا ایک مکان کو شریک آپس مین تقسیم کرینا یا بعوض ایک مکان کے کچھ مدت کے لیے کوئی مکان کرایہ پر لیا جائے یا بعوض ایک مکان کے بیوی اپنے خاوند سے خلع کرائے یا بعوض ایک مکان کے غلام کو آزاد کیا جائے یا قاتل مقتول کے وارثون کو ایک مکان دیکر صلح کرے یا ایک مکان مہر قرار دیا جائے تو ان مکانات مین شفعہ نہین ثابت ہوتا اگرچہ مکان کے ایک حصہ کے عوض مین کچھ مال دیا جائے

(٦٥) او دار بيعت بخيار البائع ولم يسقط خيارہ فان سقط وجبت ان طلب عند سقوط الخيار في الصحيح وقيل عند البيع وصحح۔

(٦٥) اگر ایک مکان فروخت ہوا اور اوسمین بائع کا اختیار شرط کیا گیا تو جب تک بائع کا اختیار ساقط نہوگا شفعہ ثابت نہوگا اور ساقط ہونے کے بعد ثابت ہو جائیگا بشرطیکہ اختیار کے ساقط ہوتے ہی طلب شفعہ پائی جائے قول صحیح یہی ہی اور بعض کے نزدیک قول صحیح یہ ہی کہ بیع کے

(٦٦) او بيعت الدار بيعاً فاسداً ولم يسقط فسخه فان سقط حق فسخه كان بنى المشترى

(٦٦) اسیطرح اگر ایک مکان بیع فاسد سے فروخت ہو تو جب تک فسخ کا اختیار ساقط نہوگا شفعہ ثابت نہوگا اور اگر فسخ کا اختیار ساقط

فيها تثبت الشفعة كما مر او رد بخيار رؤية او شرط او عيب بقضاء متعلق بالاخير فقط خلافا لما زعمه المصنف تبعا للدرر بعد ما سلمت اي اذا بيع وسلمت الشفعة ثم رد المبيع بخيار رؤية او شرط كيف ما كان او بعيب بقضاء فلا شفعة لانه فسخ لا بيع۔

ہو گیا مثلاً مشتری نے اوسمین کچھ عمارت بنالی تو شفعہ ثابت ہو جائیگا اسیطرح اگر خیار رویت یا شرط کیوجہ سے یا بحکم قاضی عیب کیوجہ سے ایک مکان واپس ہوا اور واپس ہونے سے پہلے شفیع شفعہ کو ترک کرچکا تھا تو شفعہ ثابت نہوگا اسلیے کہ وہ بیع نہین ہی بلکہ پہلی بیع کا فسخ ہے۔ درر کے موافق مصنف کا گمان یہ ہی کہ خیار رویت اور شرط مین بھی واپس کرنے کے لیے قاضے کا حکم چاہیے۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

(٦٧) بخلاف الرد بعيب بعد القبض بلا قضاء او باقالة فان له الشفعة لان الرد بعيب بلا قضاء والاقالة بمنزلة بيع مبتدأ۔

(٦٧) اگر قبضہ کرنے کے بعد مشتری نے بلا حکم قاضی عیب کی وجہ سے مکان کو واپس کردیا یا باہمی رضامندی سے بائع اور مشتری نے بیع کا اقالہ کرلیا تو شفیع کا شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے کہ بغیر حکم قاضی عیب کیوجہ سے واپس کرنے اور اقالہ کرنیکا بیع جدید کا حکم ہے۔

(٦٨) وتثبت الشفعة للعبد الماذون المستغرق بالدين احاطة الدين برقبته وكسبه ليس بشرط ابن كمال في مبيع سيده۔ وتثبت لسيده في مبيعه بناء على ان الاخذ بالشفعة بمنزلة الشراء وشراء احدهما من الآخر يجوز۔

(٦٨) اگر ایک شخص نے مکان فروخت کیا اور اُسکا ایک غلام ہے جسکو اسنے تجارت کی اجازت دے رکھی ہے اور یہ غلام لوگون کے قرض مین مستغرق ہے تو اس مکان مین غلام کا شفعہ ثابت ہو جائیگا اور اسقدر دین کا ہونا شرط نہین ہے کہ اوسکی ذات اور مال کو محیط ہو اسیطرح اگر ایسا غلام کوئی مکان فروخت کرے تو مالک کو بھی شفعہ ہو جاتا ہے اسلیے کہ بذریعہ شفعہ کے مکان کا لینا خریدنے کے حکم مین ہے اور ایسے غلام اور مالک کے مابین خرید فروخت ہو سکتی ہے۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

(٦٩) وتثبت لمن شرى اصالة او وكالة او اشترى له بالوكالة وفائدته انه لو كان المشتري او الموكل بالشراء شريكا وللدار شريك آخر فلهما الشفعة ولو هو شريكا وللدار جار فلا شفعة

(٦٩) اگر ایک شخص اصالتاً یا وکالتاً ایک مکان خریدے یا دوسرے کو وکیل کرکے خریدے تو اُسکا شفعہ باطل نہین ہوتا اور اُسکا نتیجہ یہ ہے کہ یہ خریدنے والا یا موکل اوس مکان کے اندر شریک ہو اور اوس مکان مین ایک شریک اور ہو تو اُن دونون کا شفعہ ثابت رہیگا اور اگر شریک فقط یہی ہے مگر ایک شخص اوس مکان کا ہے

للجار مع وجوده۔

۷۰، لاشفعة لمن باع اصالة اووكالة اوبيع له اى وكل بالبيع اوضمن الدرك والاصل ان الشفعة تبطل باظهار الرغبة عنها لافيها۔

جار بھی ہی تو شریک کے ہوتے ہوے جار کو شفعہ نہو گا۔

(۷۰، اگر اصالةً یا وکالةً ایک مکان کو فروخت کیا یا کسی دوسرے نے اوسکی طرف سے فروخت کیا یا یہ شخص باین طور ضامن ہو گیا کہ اس مکان مین کسی کا حق برآمد ہو تو مین ذمہ دار ہون ان سب صورتون مین اس شخص کو شفعہ کا استحقاق نہیگا اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جس چیز سے شفیع کا شفعہ سے اعراض ظاہر ہو

باب مايبطلها

اون امور کا بیان جنسے شفعہ باطل ہوجاتا ہے

(۷۱، يبطلها ترك طلب المواثبة تركه بان لايطلب فى مجلس اخبر فيه بالبيع ابن كمال وتقدم ترجيحه اوترك طلب الاشهاد عند عقار اوذى يد لاالاشهاد عند طلب المواثبة لانه غير لازم مع القدرة كما مر

(۷۱، قول مرجح یہی ہی کہ اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اوس جلسہ مین اوسنے طلب مواثبت نہین کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسیطرح اگر مکان یا بائع یا مشتری کے پاس جاکر طلب مواثبت کے بعد باوجود امکان کے طلب اشہاد نہ کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا۔ مگر طلب مواثبت کے وقت گواہ نکرنے سے شفعہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ گواہ کرنا ضروری نہین ہی۔

(۷۲، ويبطلها تسليمها بعد البيع علم بالسقوط اولافقط لاقبله كما مر ولو تسليمها من اب اووصى خلافا لمحمد فيما بيع بقيمته اواقل ملتقى۔

(۷۲، اگر بیع کے بعد شفعہ کو ترک کردیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا خواہ شفیع کو اختیار کے ساقط ہونے کا علم ہو یا نہو اور بیع سے قبل ترک کردینے سے شفعہ باطل نہین ہوتا اور اگر باپ یا وصی نے شفعہ کو ترک کردیا تو بھی نابالغ کا شفعہ باطل ہو جائیگا اور جس صورت مین

(۷۳، الوكيل يطلبها اذا سلم الشفعة اواقر على الموكل بتسليمه الشفعة صح لوكان التسليم اوالاقرار عند القاضى والا لم يصح لكنه يخرج من الخصومة

(۷۳، اگر ایک شخص کو طلب شفعہ کے لیے وکیل کیا اور وکیل نے شفعہ کو ترک کردیا یا اسبات کا اقرار کیا کہ میرے موکل نے شفعہ کو ترک کردیا ہی تو شفعہ باطل ہو جائیگا بشرطیکہ قاضی کے روبرو یہ وکیل ترک یا اقرار کرے ورنہ باطل نہوگا البتہ اسکے اوپر دعوی نہوسکیگا

(۷۴، وسكوت من يملك التسليم تسليم۔

(۷۴، جو شخص شفعہ کو زبان سے ترک کرسکتا ہی اسکا سکوت کرنا بھی زبان سے ترک کرنے کے حکم مین ہی۔

(۷۵) ويبطلها صلحه منها على عوض

(۷۵)، اگر شفیع مدعی علیہ سے بجز اس مکان کے کچھ مال

ای غیر المشفوع لما یاتی وعلیہ ردہ لانہ رشوۃ ویبطلہا بیع شفعتہ بمال ولا یلزم المال وکذا الکفالۃ بالنفس بخلاف القود۔

لیکر صلح کرلی تو شفعہ بھی باطل ہو جائیگا اور مال بھی واپس کرنا پڑے گا اسلیے کہ وہ رشوت ہے اسیطرح اگر کوئی شخص شفعہ کو بعوض کچھ مال کے فروخت کرڈالے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور مال لازم نہین ہوتا اور کفالت کا بھی یہی حکم ہے بخلاف قصاص کے۔

(۷۶) ولو صالح علی اخذ نصف الدار ببعض الثمن صح ولو صالح علی اخذ بیت بحصتہ من الثمن لا لجہالۃ الثمن عند الاخذ ولا تسقط شفعتہ۔

(۷۶) اگر شفیع نے مشتری سے نصف ثمن دیکر نصف مکان کے لینے پر صلح کرلی تو صحیح ہوگی اور اگر اوس مکان مین سے ایک کمرہ کے لینے اور اوسکی قدر ثمن ادا کرنے پر صلح کی تو صحیح نہوگی اسلیے کہ لیتے وقت ثمن مجہول ہے مگر اوس کا شفعہ نہ ساقط ہوگا۔

(۷۷) ویبطلہا موت الشفیع قبل الاخذ بعد الطلب او قبلہ ولا تورث خلافا للشافعی ولو مات بعد القضاء لا تبطل۔

(۷۷) اگر شفیع مکان کو لینے سے پہلے مرگیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور وارثون کو شفعہ کا حق نہ رہیگا خواہ طلب شفعہ کے بعد مرا ہو یا اوس سے پہلے مگر شافعی رحمہ کے نزدیک نہین باطل ہوتا اور اگر قاضی نے اوسکی زندگی مین شفعہ کا حکم دیدیا تھا تو شفعہ باطل نہوگا۔

(۷۸) لا یبطلہا موت المشتری لبقاء المستحق۔

(۷۸) اگر مشتری مرجائے تو شفعہ باطل نہین ہوتا اسلیے کہ شفعہ کا حقدار موجود ہے۔

(۷۹) ویبطلہا بیع ما یشفع بہ قبل القضاء بالشفعۃ مطلقا علم ببیعہا ام لا وکذا لو جعل ما یشفع بہ مسجدا او مقبرۃ او وقفا مسجلا در ر۔

(۷۹) جس مکان کے ذریعہ سے شفیع کو شفعہ کا استحقاق تھا اگر وہ مکان شفیع نے فروخت کرڈالا اور ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہین دیا تھا تو بہر حال اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا خواہ اوسکو مکان مشفوعہ کی بیع کا اوسوقت تک علم ہوا ہو یا نہو اسیطرح اگر شفیع اپنے مکان کو مسجد یا مقبرہ یا مدرسہ وقف کردے تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۸۰) ولو باع بشرط الخیار لنفسہ لا تبطل لبقاء السبب۔

(۸۰) اگر شفیع نے اپنا مکان فروخت کیا اور اپنے لیے اختیار اُسکے اندر شرط کرلیا تو شفعہ باطل نہوگا اسلیے کہ ہنوز وہ مکان اوسکی ملک سے خارج نہین ہوا ہے۔

(۸۱) ویبطلہا شراء الشفیع من المشتری فلمن دونہ او مثلہ اخذہا منہ بالشفعۃ بالعقد الاول او الثانی بخلاف ما لو اشتراہا ابتداء

(۸۱) اگر شفیع نے مشتری سے مکان مشفوعہ کو خرید اتو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اس شفیع کے برابر درجہ کا یا ادنی درجہ کا شفیع اوس مکان کو لے سکتا ہے خواہ بیع اول کے اعتبار سے لیوے خواہ بیع دوم کے اعتبار سے بخلاف اوس صورت کے کہ شفیع اول ہی مرتبہ اوس مکان کو

حيث لا شفعة لمن دونه۔

بائع سے خریدے کہ اسکا شفعہ باطل نہین ہوتا اور اوس سے ادنی درجہ کو ثابت نہین۔

(۸۲) ولكن ابطلها ان استاجرها او ساومها بيعا او اجارة ملتقى او طلب منه ان يوليه عقد الشراء او ضمن الدرك مستدرك بما مر انها تبطل في الكل لدليل الاعراض زيلعي۔

(۸۲) اگر شفیع نے مشتری سے مکان کو کرایہ پر لیا یا اوس سے مکان کی قیمت یا کرایہ ٹہرایا یا مشتری سے اسبات کی درخواست کی کہ جتنے کو تو نے خریدا ہی اوسی قیمت کو میرے ہاتھ فروخت کردے یا فروخت ہوتے وقت مشتری کے لیے ضامن ہوگیا کہ اس مکان مین کسی کا حق برآمد ہو تو مین ذمہ دار ہون تو ان سب صورتون مین اعراض کی دلیل پائے جانے سے شفعہ باطل ہوجائیگا۔

(۸۳) قيل للشفيع انها بيعت بالف فسلم ثم علم انها بيعت باقل او ببر او شعير او عددي متقارب قيمته الف او اكثر فله الشفعة ولو بان انها بيعت بدنانير او بعروض قيمتها الف فلا شفعة والفرق بينهما ان هذا قيمي وذاك مثلي فربما يسهل عليه وان كثر۔

(۸۳) شفیع کو اول یہ معلوم ہوا کہ مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہوا ہے یہ سنکر اوسنے شفعہ کو ترک کردیا بعد ازان معلوم ہوا ہزار سے کم کو فروخت ہوا ہی یا بعوض گیہون یا جو یا ایسی چیز کے جو شمار کے حساب سے فروخت ہوتی ہی وہ مکان فروخت ہوا ہی جسکی قیمت ہزار یا ہزار سے زیادہ ہی تو پھر اسکا شفعہ ثابت ہوجائیگا اور اگر دوسری مرتبہ یہ معلوم ہوا کہ بعوض اشرفیون یا بعوض غلام یا گھوڑے وغیرہ کے فروخت ہوا ہی جنکی قیمت ایکہزار ہی تو شفعہ ثابت نہوگا اور فرق یہ ہی کہ یہ ذوات القیم مین سے ہین اور وہ ذوات الامثال مین سے اور بسا اوقات مثل کا دینا آسان ہوتا ہی اگرچہ

(۸۴) ولو علم ان المشتري زيد فسلم ثم بان انه بكر فله الشفعة ولو علم ان المشتري هو مع غيره كان له اخذ نصيب غيره لعدم التسليم في حقه۔

(۸۴) شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان زید نے خریدا ہی اور یہ سنکر اوسنے شفعہ کو ترک کردیا بعد ازان معلوم ہوا کہ بکر نے خریدا ہی تو اوسکو شفعہ ثابت ہوجائیگا اور اگر دوسری دفعہ یہ معلوم ہوا کہ زید نے اور بکر نے ملکر خریدا ہی تو بکر کے حصہ کو لیسکتا ہی زید کے حصہ کو نہین لےسکتا اسلیے کہ بکر کے حصہ مین اوسنے

(۸۵) ولو بلغه شراء النصف فسلم ثم بلغه شراء الكل فله الشفعة في الكل۔

(۸۵) شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان کا نصف حصہ فروخت ہوا ہی اور یہ سنکر اوسے شفعہ کو ترک کردیا بعد ازان معلوم ہوا کل فروخت ہوا ہی تو وہ کل مکان مین شفعہ کرسکتا ہی۔

(۸۶) وفي عكسه بان اخبر بشراء الكل فسلم ثم ظهر شراء النصف لا شفعة له على الظاهر لان التسليم

(۸۶) شفیع کو اول لا معلوم ہوا کہ کل مکان فروخت ہوگیا بعد ازان معلوم ہوا اوسکا نصف فروخت ہوا ہی تو ظاہر مذہب کے موافق اوسکو اب شفعہ نہ ثابت ہوگا اسلیے کہ جب کل مکان مین شفعہ کو ترک کردیا تو

في الكل لتسليم في كل البعض بخلاف عكسه۔

اوس کے کل اجزا مین بھی ترک کر دیا بخلاف پہلی صورت کے ۔

(۸۷) ثم شرع في الحيل فقال وان باع رجل عقارا الا ذراعا مثلا في جانب حد الشفيع فلا شفعة لعدم الاتصال والقول بان نصب ذراعا سهو۔

(۸۷) بعض حیلے ایسے ہین جن سے شفعہ باطل ہو جاتا ہی یا خود شفیع دعوی نہین کرتا۔ از انجملہ ایک حیلہ یہ ہی کہ بائع اپنے کل زمین کو فروخت کرے مگر ایک ذراع شفیع کے قریب سے بیع کے اندر مستثنی کر دے کہ اب وہ شفیع باقی زمین مین شفعہ کا دعوی نہین کر سکتا اسلیے کہ باقی زمین کو اوسکی زمین سے اتصال نہین پایا جاتا۔

(۸۸) وكذا لا شفعة لو وهب هذا القدر للمشتري وقبضه۔

(۸۸) اگر ایک مکان مین سے صرف ایک ذراع ہبہ کے طور پر مشتری کو دیدیا اور مشتری کا اوسپر قبضہ کرا دیا اور باقی مکان کو اوسکے ہاتھ فروخت کر دیا تو شفیع کچھ نہین کر سکتا ہی

(۸۹) وان ابتاع سهما منه بثمن ثم ابتاع بقيتها فالشفعة للجار في السهم الاول فقط والباقي للمشتري لانه شريك۔

(۸۹) ایک حیلہ یہ ہی کہ مشتری مکان کے ایک حصہ تو یا بالفرض ایک گز زمین کو جو شفیع کی زمین سے متصل ہی پورے مکان کے ثمن مین سے ایک روپیہ کم کرکے خریدے بعد ازان باقی مکان کو ایک روپیہ سے خرید لے کہ یہان صرف پہلے حصہ مین شفیع دعوی کر سکتا ہی مگر گرانی کی وجہ سے وہ اوسکو نہ لیگا اور باقی مکان مین دعوی نہین کر سکتا اسلیے کہ مشتری اوس مکان کا شریک اور یہ شفیع اوسکا جار ہی اور شریک کو جار پر تقدم ہی اور اس صورت مین یہ شفیع اسبات کا حلف نہین لے سکتا کہ یہ کارروائی مین نے تیرا شفعہ باطل کرنے کی غرض سے نہین کی البتہ اسبات کا حلف لیسکتا ہے کہ یہ بیع جو میرے اور مشتری کے مابین ہوی ہی فرضی طور پر نہین تھی۔

وحيلة كله ان يشتري الذراع او السهم بكل الثمن الا درهما ثم الباقي بالباقي وليس له تحليفه بالله ما اردت به ابطال شفعتي وله تحليفه بالله ان البيع الاول ما كان تلجئة مؤيد زاده معزيا للوجيز۔

(۹۰) وان ابتاعه بثمن كثير ثم دفعه ثوبا عنه فالشفعة بالثمن لا بالثوب فلا يرغب فيه وهذه حيلة تعم الشريك والجار لكنها تضر بالبائع اذ يلزمه كل الثمن اذا يستحق المنزل فالاولى بيع دراهم الثمن بدينار

(۹۰) ایک حیلہ ایسا ہی کہ اوسمین نہ شریک کا شفعہ چلسکتا ہی نہ جار کا چل سکتا ہی وہ یہ ہی کہ بائع اوس مکان کو مشتری کے ہاتھ بہت زیادہ ثمن سے فروخت کرے اور یہ مشتری بعوض اوس ثمن کے بائع کو ایک کپڑا دیدے جسکی قیمت مکان کی اصل قیمت کے برابر ہو کہ اس صورت مین اگر شفیع مکان کو لینا چاہیگا تو اوس کپڑے کی قیمت دیکر نہین لے سکتا بلکہ اوسکو وہی ثمن دینا پڑے گا جو بیع کے وقت قرار پایا ہی مگر اسمین بائع کا ضرر ہو اسلیے کہ اگر بالفرض

ليبطل الصرف اذا استحق وحيلة اخرى احسن واسهل وهى المتعارفة فى الامصار ذكرها بقوله۔ وكذا لواشترى بدراهم معلومة بوزن او اشارة مع قبضة فلوس اشيرا ليها وجهل قدرها وضيع الفلوس بعد القبض فى المجلس لان جهالة الثمن تمنع الشفعة درر قلت ونحوه فى المضمرات وينبغى ان الشفيع لو قال انا اعلم قيمة الفلوس وهى كذا ان ياخذها بالدراهم وقيمتها كما لواشترى دار العرض اوعقار للشفيع اخذها بقيمته كما مر قاله۔ المصنف ثم نقل عن مقطعات الظهيرية ما يوافقه قلت ووافقه فى تنوير البصائر واقره شيخنا لكن تعقبه ابنه فى زواهر الجواهر بانه مخالف للاول وما فى المتون والشروح مقدم على الفتاوى كما مر مرارا انتهى۔

مکان کے اندر کسی کا حق برآمد ہوا تو مشتری کو وہی ثمن واپس کرنا پڑےگا جو بڑا ہے اور اگر یہ کیا جائے کہ اوسکا ثمن روپیہ قرار دیکر اشرفیاں اوسکے بدلے لی جائیں کہ حق برآمد ہونے سے یہ اشرفیوں کے دیے کے ساتھ بیع باطل ہوجائیگی اور اشرفیاں واپس کرنا پڑینگی۔ اور ایک حیلہ مشہور و متعارف یہ ہے کہ مثلاً ایک مکان کچھ روپیوں کے ساتھ فروخت کیا گیا جنکی تعداد معلوم بلحاظ وزن یا اشارہ سے انکو متعین کردیا جائے اور روپیہ کے ساتھ ایک مٹھی پیسے بھی دیدیے جائیں جنکی تعداد بھی مجہول ہو مگر صرف اشارہ سے انکو متعین کردیا جائے اور اوسی جلسہ میں قبضہ کرلینے کے بعد وہ پیسے کہیں صرف کردیے جائیں تو اب شفیع اوس مکان کو نہیں لے سکتا ہے اسواسطے کہ اسوقت اوسکے ثمن کی تعین نہیں ہوسکتا اگر اس صورت میں اگر شفیع بیان کرے کہ پیسوں کی قیمت مجھکو معلوم ہے اور وہ قیمت یہ ہے تو مناسب ہے کہ وہ مکان شفیع کو روپیہ کے بدلہ روپیہ اور پیسوں کے بدلہ اونکی قیمت لیکر دلادیا جائے جسطرح کوئی مکان بعوض مکان یا بعوض غلام وغیرہ کی فروخت ہو تو شفیع کو اونکے بدلہ قیمت ادا کرنا پڑتی ہے مصنف کا قول یہی ہے پھر مقطعات ظہیریہ سے بھی اسی کے مطابق نقل کیا ہے۔ میں کہتا ہوں تنویر البصائر میں بھی اوسکی موافقت کی ہے اور ہمارے اوستاد نے بھی اوسکو تسلیم کیا ہے مگر اونکے فرزند نے زواہر الجواہر میں اونکا تعاقب کیا ہے کہ یہ قول پہلے قول کے مخالف ہے اور متون اور شروح کے اندر جو مسائل مذکور ہیں فتاوے پر اون کو تقدم ہے چنانچہ کئی مرتبہ ہم اسبات کو پہلے بھی بیان کرچکے ہیں۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۹۱) وقدمنا انه لا شفعة فيما بيع فاسدا ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا سقط الفسخ بالبناء ونحوه

(۹۱) بیع فاسد کے اندر شفعہ نہیں ثابت ہوتا اگرچہ مشتری کا قبضہ ہوگیا ہو اسلیے کہ اوسمیں فسخ کا احتمال باقی رہتا ہے البتہ جسوقت کہ یہ احتمال جاتا رہے مثلاً مشتری زمین کے اندر عمارت

وجبت والله اعلم۔

وغیرہ بنانے تو شفعہ ثابت ہو جائیگا واللہ اعلم۔

(۹۲) وتکره الحیلة لاسقاط الشفعة بعد ثبوتها وفاقا کقوله للشفیع اشتره منی ذکره البزازی۔

(۹۲) کسی کا شفعہ ثابت ہو جانے کے بعد اوسکے ساقط کرنے کے واسطے حیلہ کرنا بالاتفاق مکروہ ہے مثلاً شفیع سے کہنا کہ تو مجھسے مکان خریدلے اگر وہ دہوکہ مین آگیا اور اوسنے کہا اچھا تو شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۹۳) واما الحیلة لدفع ثبوتها ابتداء فعند ابی یوسف لا تکره وعند محمد تکره ویفتی بقول ابی یوسف فی الشفعة وقیده فی السراجیة بما اذا کان الجار غیر محتاج الیه واستحسنه محشی الاشباه وبعده وهو الکراهة فی الزکوة والحج وآیة السجدة جوهرة ولا حیلة موجودة فی کلامهم لاسقاط الحیلة بزازیة قال وطلبناها کثیرا فلم نجدها۔

(۹۳) ثبوت شفعہ سے پہلے اگر حیلہ کیا جائے جس سے شفعہ ثابت ہونے نہ پائے تو ابو یوسف رح کے نزدیک مکروہ نہین ہے مگر محمد رح کے نزدیک مکروہ ہے اور فتوی ابو یوسف رح کے قول پر ہے اور سراجیہ کے اندر حیلہ کرنے کو اوس صورت کے ساتھ خاص کیا ہے جسمین جار کو اوسکی ضرورت نہو اور اشباہ کے محشی نے بھی اسکو پسند کیا ہے اور زکوۃ و حج و آیت سجدہ کے اندر حیلہ کرنا مکروہ ہے۔ فقہاء کے کلام مین اسقاط حیلہ کے لیے بھی کوئی حیلہ کرنا مذکور نہین ہے بزازیہ والے نے بیان کیا ہے کہ ہم نے اس کی بہت تلاش کی مگر ہم کو نہین ملا۔

\+ + + + +

(۹۴) اذا اشتری جماعة عقارا والبائع واحد تتعدد الاخذ بالشفعة بتعددهم فللشفیع ان یاخذ نصیب بعضهم ویترك الباقی وبعکسه وهو ما اذا تعدد البائع واتحد المشتری لا یتعدد الاخذ بها بل یاخذ الکل او یترك لان فیه تفریق الصفقة علی المشتری بخلاف الاول لقیام الشفیع مقام احدهم فلم تتفرق الصفقة بلا فرق بین کونه قبل القبض او بعده سمی لکل بعض ثمنا

(۹۴) اگر چند لوگون نے ملکر ایک شخص سے مکان خریدا تو شفیع کو اختیار ہوتا ہے کہ صرف ایک خریدار کے حصہ کو شفعہ کے ذریعہ سے لیلے اور باقی کے حصہ کو ترک کردے اور اگر چند لوگون سے ایک مکان مشترک ایک شخص نے خریدا تو شفیع کو اختیار نہو گا کہ صرف ایک بایع کے حصہ کو لیلے اور باقی کو ترک کردے بلکہ یا تو اوسکو کل مکان لینا پڑے گا یا بالکل ترک کرنا پڑیگا اسلیے کہ اس صورت مین ایک بیع کا مشتری کے اوپر تفرقہ لازم آئیگا بخلاف پہلی صورت کے کہ اوسکے اندر شفیع ایک مشتری کے قائم مقام ہو جائیگا اور عقد کی تفریق نہ لازم آئیگی اور اس حکم مین اسباب کی کچھ تخصیص نہین ہے کہ قبل از قبضہ ہو یا بعد از قبضہ ہر حصہ مکان یا ہر ایک مشتری کا جدا جدا ثمن قرار پایا ہو یا اسکی کچھ تفصیل نہو اسلیے کہ یہان اتحاد بیع کا اعتبار ہے

او سمی لکل جملة لان العبرة هنا لاتحاد الصفقة لا لاتحاد الثمن۔

اتحاد ثمن کا اعتبار نہین ہے۔

* * * * *

(٩٥) واعلم انه لو طلب الحصة فهو على شفعته۔

(٩٥) معلوم کرو کہ صورت مذکورہ مین اگر شفیع نے صرف ایک حصہ مین شفعہ طلب کیا تو شفعہ باطل نہوگا۔

(٩٦) ولو اشترى دارين او قريتين بمصرين صفقة اخذهما شفيعهما معا او تركهما لا احدهما ولو احدهما بالمشرق والاخرى بالمغرب شرح مجمع ويأتي۔

(٩٦) اگر دو مکان یا دو گانون جو دو شہرونکے اندر واقع ہین ایک بیع سے فروخت ہوے اور ایک شخص کا ان دونون مین شفعہ ہو تو اس شفیع کو اختیار ہوگا کہ ان دونون کو بٹالیلے یا دونون کو ترک کردے صرف ایک کو نہین لے سکتا ہو اگرچہ ایک مشرق مین اور دوسرا مغرب مین ہو۔

(٩٧) والمعتبر في هذا اى العدد والاتحاد العاقد لتعلق حقوق العقد به دون المالك فلو وكل واحد جماعة فللشفيع اخذ نصيب بعضهم

(٩٧) وحدت اور تعدد کے اندر صرف عقد کرنے والے کا اعتبار ہے اسلیے کہ عقد کے احکام اوسیکے ساتھ متعلق ہوتے ہین اصل مالک کا اسمین کچھ اعتبار نہین ہے لہذا اگر ایک شخص نے چند لوگون کو مکان خریدنے کے لیے وکیل کیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ صرف ایک وکیل کے حصہ کے قدر لے

(٩٨) اشترى نصف دار غير مقسوم فقاسم المشتري البائع اخذ الشفيع نصيب المشتري الذي حصل له بالقسمة وان وقع في غير جانبه على الاصح وليس له اى للشفيع نقضها مطلقا سواء قسم بحكم او رضى على الاصح لانها من تمام القبض حتى لو قاسم الشريك كان للشفيع النقض كما ذكره بقوله بخلاف ما اذا باع احد الشريكين نصيبه من دار مشتركة وقاسم المشتري الشريك الذي لم يبع حيث يكون للشفيع نقضه كنقض بيعه وهبته كما لو

(٩٨) اگر ایک شخص نے غیر منقسم مکان کا نصف حصہ خرید کر بعدازان بائع سے اوس نے مکان کو تقسیم کر لیا تو جس طرف کا حصہ مشتری کے حصہ مین آیگا شفیع کو وہی حصہ لینا پڑیگا خواہ وہ حصہ شفیع کے مکان سے متصل ہو نہو قول صحیح یہی ہے اور نیز قول صحیح کے موافق شفیع کو اوس تقسیم کے باطل کرنے کا اختیار نہوگا خواہ وہ تقسیم باہمی رضامندی سے ہو خواہ قاضی کے حکم سے ہو اسلیے کہ تقسیم قبضہ کرنے کا تتمہ ہو بخلاف اوس صورت کے کہ زید و عمر ایک مکان مین شریک ہین اور عمر اپنا حصہ کسی کے ہاتھ فروخت کردے بعدازان مشتری زید سے مکان کو تقسیم کرے تو شفیع کو اوس تقسیم کے باطل کرنے کا استحقاق ہوگا جسطرح مشتری کی بیع اور ہبہ وغیرہ کے باطل کرنے کا شفیع کو اختیار ہوتا ہو علی ہذا القیاس اگر دو شخص ایک مکان کو خریدین جسمین یہ دونون شفیع ہون بعدازان تیسرا شفیع حاضر ہو جائے اور اس عرصہ مین یہ دونون مشتری مکان کو باہم تقسیم کرچکے ہون

اشترى اثنان دارا وهما شفيعان ثم جاء شفيع ثالث بعد ما اقتسما بقضاء او غيره فله اى للشفيع ان ينقض القسمة ضرورة صيرورة النصف ثلثا شرح وهبانيه۔

خواہ باہمی رضامندی سے تقسیم کرین یا بحکم قاضی تو اس تیسرے کو اونکی تقسیم کے باطل کرنے کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ اب وہ مکان اون دونون کو نصف نصف نہ ملیگا بلکہ ثلث ثلث ملیگا۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۹۹) اختلف الجار والمشترى فى ملكية الدار التى يسكن فيها الشفيع الذى هو الجار فالقول للمشترى لانه ينكر استحقاق الشفعة وللجار تحليفه اى تحليف المشترى على العلم عند ابى يوسف وبه يفتى كما لو انكر المشترى طلب المواثبة فانه يحلف على العلم وان انكر المشترى طلب الاشهاد عند لقائه حلف المشترى على البتات لانه محيط به علما دون الاول حاوى الزاهدى ولو برهنا فبينة الشفيع احق وقال ابو يوسف بينة المشترى فروع۔

(۹۹) اگر شفیع بالجوار اور مشتری کے مابین اسبات مین اختلاف ہوا کہ جس مکان کے ذریعہ سے شفیع دعوی کرتا ہے وہ اُسکی ملک ہے یا نہین تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسلیے کہ وہ استحقاق شفعہ سے منکر ہے اور شفیع کو ابو یوسف رح کے نزدیک یہ اختیار ہوگا کہ مشتری سے باین طور حلف لے کہ خدا کی قسم مجھی نہین معلوم کہ وہ مکان شفیع کا ہے اور اسی پر فتوی ہے جسطرح مشتری طلب مواثبت کرنے سے منکر ہو تو شفیع مشتری سے اوسکے علم کے موافق حلف لے سکتا ہے اور اگر مشتری نے یہ بات کہی کہ شفیع نے مجھسے ملاقات کے وقت طلب اشہاد نہین کی تو مشتری سے قطعی طور پر حلف لیا جائیگا اسلیے کہ اوسمین شک کا احتمال نہین ہے بخلاف صورت اول کے اور اگر دونون نے گواہ پیش کر دیئے تو شفیع کے گواہون کو تقدم ہوگا اور ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مشتری کے گواہ مقدم ہون گے۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۱۰۰) باع ما فى اجارة الغير وهو شفيعها فان اجاز البيع اخذها بالشفعة والا بطلت الاجارة وان ردها۔

(۱۰۰) ایک مکان کسی کے پاس کرایہ پر ہے اور اوس کرایہ دار کا اوسمین شفعہ بھی ہے اب مالک مکان نے مکان کو فروخت کیا اور شفیع کی اجازت پر اوسکو موقوف رکھا شفیع نے بیع کی اجازت دیدی تو اُسکا شفعہ باطل

(۱۰۱) شرى لطفله والاب شفيع له الشفعة والوصى كالاب۔

(۱۰۱) ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے لیے ایک مکان خریدا اور اس شخص کا اوس مکان مین شفعہ بھی تھا تو شفعہ نہ باطل ہوگا اور وصی کو بھی باپ کا حکم ہے

قلت ولكن فى شرح المجمع ما يخالفه فتنبه۔

مین کہتا ہون مگر شرح مجمع مین اسکے خلاف بیان کیا ہے۔

مرجع کا اور اگر صفت یعنی کسی امانت نہیں دی تو اسکا ابطال باطل ہو جائیگا

(۱۰۲) لو كانت دار الشفيع ملاصقة لبعض المبيع كان له الشفعة فيما لازقه فقط ولو فيه تفريق الصفقة

(۱۰۲) اگر ایک مکان فروخت ہوا جسمین متعدد کمرے ہین اور ایک شخص کا مکان صرف ایک کمرہ سے ملا ہوا ہے تو اس جار کو صرف اوس کمرہ مین شفعہ ہوگا اگرچہ اوسمین عقد واحد کی تفریق لازم آئیگی۔

(۱۰۳) الابراء العام من الشفيع يبطلها قضاء مطلقا لا ديانة ان لم يعلم بها۔

(۱۰۳) اگر شفیع نے بائع سے کہدیا کہ تیرے اوپر جو کچھ میرا حق ہو مین تجکو اوس سے بری کرتا ہون اور اسکو یہ معلوم نہو کہ اسکے اوپر میرا شفعہ ہے تو عند القاضی

(۱۰۴) اذا اصبغ المشتری البناء فجاء الشفيع خير ان شاء اعطاه ما زاد الصبغ او ترك۔

(۱۰۴) اگر مشتری نے اوس مکان پر قلعی وغیرہ کرادی بعد ازان شفیع نے حاضر ہو کر دعوی کیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ ثمن کے ساتھ قلعی وغیرہ کی لاگت بھی دیکر مکان کو لیلے۔ یا بالکل چھوڑ دے۔

(۱۰۵) اخر الحاء طلبه ليكون القاضی لا يراها فهو معذور۔

(۱۰۵) اگر شفیع کے شہر مین ایسا قاضی کوئی نہین تھا جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرتا ہو اسواسطے اوسنے طلب تملک مین تاخیر کی تو اوسکا شفعہ باطل ہوگا

(۱۰۶) يهودی سمع بالبيع يوم السبت فلم يطلب لم يكن عذرا قلت يؤخذ منه ان اليهودی اذا طلب خصمه من القاضی احضاره يوم سبته فانه يكلفه الحضور ولا يكون سبته عذرا وهی واقعة الفتوی قاله المصنف قلت وهی فی واقعات الحسامی۔

(۱۰۶) اگر شفیع ایک یہودی شخص ہے اور ہفتہ کے روز اسکو بیع کا حال معلوم ہوا اسوجہ سے اوسنے طلب شفعہ نہین کی تو وہ معذور نہوگا اور شفعہ باطل ہو جائیگا۔ مین کہتا ہون اس سے لیکن یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ اگر یہودی کے اوپر کوئی شخص دعوی کرے اور یہ مدعی قاضی سے ہفتہ کے روز اوسکے حاضر کروانے کی درخواست کرے تو ہفتہ کی وجہ سے وہ معذور نہوگا بلکہ اسکو حاضر ہونا پڑے گا واقعۃ الفتوی مین اسکا بیان کیا ہے مین کہتا ہون واقعات حسامی مین

(۱۰۷) ادعی الشفيع علی المشتری انه احتال لابطالها يحلف فی الوهبانية خلافه قلت وسنذكره لان ابن المصنف فی حاشيته للاشباه ايده بما لا مزيد عليه فليحفظ۔

(۱۰۷) شفیع نے مشتری پر اسبات کا دعوی کیا کہ تونے میرا شفعہ باطل کرنے کی غرض سے حیلہ کیا ہے تو شفیع اوس سے حلف لے سکتا ہے مگر وہبانیہ مین اوسکے خلاف مذکور ہے مین کہتا ہون اسکو عنقریب ہم بیان کرینگے اسواسطے کہ مصنف کے فرزند نے اشباہ کے حاشیہ مین نہایت درجہ اسکی تائید کی ہے۔

(۱۰۸) تعليق ابطالها بالشرط جائز۔

(۱۰۸) ابطال شفعہ کو کسی شرط کے ساتھ مشروط کرنا جائز ہے۔

(۱۰۹) لمدعی فی رقبة الدار وشفعته فيها يقول هذه الدار داری وانا

(۱۰۹) اگر ایک شخص کسی مکان مین شفعہ کا بھی مدعی ہے اور خود اوس مکان کے مالکیت کا بھی مدعی ہے تو یہ بات ممکن ہے مگر اوسکو

ادعیھا فان وصلت الی والا فانا علی شفعتی فیھما

بایں طور دعوی کرنا چاہیے کہ یہ مکان میرا ہے اور میں اسکا مدعی ہوں اگر وہ ۲

(۱۱۰) استولی الشفیع علیھا بلا قضاء ان اعتمد علی قول عالم لا یکون ظالما والا کان ظالما۔

(۱۱۰) اگر بغیر حکم قاضی شفیع نے مکان پر قبضہ کر لیا تو دیکھا جائیگا کہ اسنے کیونکر قبضہ کیا ہے اگر کسی عالم کے قول پر اعتماد کرکے ایسا کیا ہے تب کچھ ظلم نہوگا ورنہ وہ ظالم سمجھا جائیگا۔

(۱۱۱) اشیاء علی عدد الرؤس لعقل والشفعة واجرة القسام والطریق اذا اختلفوا فیه الکل فی الاشباہ۔

(۱۱۱) چند چیزیں ایسی ہیں کہ جتنے لوگ اونکے شریک ہوتے ہیں اونپر وہ چیزیں برابر برابر تقسیم ہوتی ہیں اگرچہ اونکی شرکت مختلف طور پر ہو ۲

(۱۱۲) لا شفعة لمرتد عنایة۔

(۱۱۲) مرتد کا شفعہ نہیں ثابت ہوتا۔

+ + + + + + + + + + +

(۱۱۳) صبی شفیع لا ولی له لا تبطل شفعته وان نصب القاضی فیما یطلبھا جاز جواھر۔

(۱۱۳) ایک نابالغ کا کسی مکان میں شفعہ ہے اور اسکا کوئی ولی نہیں ہے تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر قاضی اوسکی طرف سے کسی شخص کو طلب شفعہ کے لیے مقرر کر دے جو اوسکا پیروکار ہو تو بھی جائز ہے۔

(۱۱۴) شری کرما له شفیع غائب فاثمرت الاشجار فاکلھا المشتری ثم اتی الشفیع واخذہ ان الاشجار وقت القبض مثمرة سقط بقدرہ والا لا لانه لا حصة له من الثمن حینئذ مؤید زادہ معزیا لواقعات الحسامی۔

(۱۱۴) ایک شخص نے باغ خریدا اور اوسکا شفیع غائب تھا اس عرصہ میں درختوں پر پھل تیار ہوگئے اور مشتری نے اونکو کھا لیا بعد ازاں شفیع نے حاضر ہوکر شفعہ کے ذریعہ سے باغ کو لے لیا تو دیکھا جائیگا کہ مشتری کے قبضہ میں جسوقت وہ باغ آیا ہے اوسوقت اوسکے اوپر پھل تھا یا نہیں اگر اوسوقت پھل تھا تو بقدر اسکے شفیع سے ثمن میں کمی ہو جائیگی ورنہ کمی نہوگی اسواسطے کہ ثمن کا کوئی حصہ ایسی صورتمیں اونکے مقابل نہ سمجھا جائیگا۔

(۱۱۵) وفی الوھبانیة ویاخذ فیما اشتری لصغیرہ اب ووصی للبلوغ یؤخر ولیس له تفریق دارین بیعتا ولو غیر جار فالتفرق احدہ وما ضر اسقاط التحیل مسقطا وتحلیفه فی المنکر لا شك انکر

(۱۱۵) وہبانیہ میں بیان کیا ہے اگر باپ یا باپ کے وصی نے نابالغ کے لیے ایک مکان خریدا جسمیں اوسکا شفعہ ہے تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا مگر اوسکی بلوغ تک تاخیر کیجائیگی اور اگر ایک شخص نے دو مکان فروخت کیے جنمیں کسیکا شفعہ ہے تو اس شفیع کو یہ اختیار نہوگا کہ ایک مکان کو خریدے اور دوسرے کو چھوڑ دے اور اگر دوسرے مکان کا جار دوسرا ہو تب تو جدا جدا تفریق کیجائیگی اور اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے اور حیلہ کرنیکی

تمام شد

شرح الوقایۃ فی الفقہ لمولانا عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الشفعۃ

(۱) م هی تملك عقار علی مشتریہ جبرا بمثل ثمنه ش ای بمثل ثمن المشتری و هو الثمن الذی اشتری به۔

(۱) شفعہ کے معنے ہین مالک ہونا عقار کا مشتری پر جبر کرکے اوس کی مثل ثمن ادا کرکے یعنے جس ثمن سے مشتری نے لیا ہے اوسیکے مثل ثمن دیکر جبرا اُس سے لے لینا۔

(۲) م وتجب بعد البیع ش المراد بالوجوب الثبوت۔

(۲) شفعہ بیع کے بعد ثابت ہوتا ہے۔

(۳) م وتستقر بالاشهاد ش اذ حق الشفعة قبل الاشهاد متزلزل لانه بحیث لو اخر فی الطلب تبطل فاذا اشهد استقرای لاتبطل بعد ذلك بالتاخیر۔

(۳) گواہ کرنے سے شفعہ کا استحکام ہو جاتا ہو اسلیے کہ حق شفعہ بطلب اشہاد کے پہلے متزلزل ہے کیونکہ شفیع اگر اوسکی طلب مین تاخیر کرے تو باطل ہو جائیگا اور اگر طلب اشہاد کردے تو اُسکا استحکام ہو جائیگا اب اسکے بعد تاخیر کرنے سے اوسکا بطلان نہین ہو سکتا۔

(۴) م ویملك بالاخذ بالتراضی

(۴) شفیع زمین کا بوسعت مالک ہوتا ہو کہ یا تو مدعی علیہ

او بقضاء القاضی بقدر رؤس الشفعاء لا الملك ش ای انما یملك العقار اذا اخذہ الشفیع برضا ویرضی المشتری وقوله او بقضاء القاضی عطف علی الاخذ لا علی التراضی لان القاضی اذا حکم یثبت الملك للشفیع قبل اخذہ۔

اپنی خوشی سے وہ زمین اوسکو دیدے یا قاضی اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدے اور اوسکی تقسیم موافق تعداد شفعاء کے ہوتی ہے نہ بقدر حصے کے یعنے شفیع اوس عقار کا مالک جبھی ہوتا ہے کہ باہمی رضامندی سے عقار کو مشتری سے لیلے اگر بغیر اوسکے رضامندی کے لیگا تو مالک ہو جائیگا اور بقضاء القاضی کا عطف لفظ اخذ پر ہے نہ التراضی پر اسلیے کہ جب اوسکے لیے قاضی کا حکم ہو جائیگا تو لینے سے قبل اوسکی ملکیت ثابت ہو جائیگی۔

(۵) م للخلیط فی نفس المبیع ثم له فی حق المبیع ش ای ثم للشریك فی حق المبیع۔

(۵) اولا شفعہ اوس شخص کے لیے ثابت ہوتا ہے جو خاص مبیع کے اندر شریک ہے ازان بعد اوس شخص کے لیے ثابت ہوتا ہے جسنے شریک سے اپنا حصہ جدا کر لیا ہو مگر حقوق مبیع مین اوسکی شرکت باقی ہے۔

(۶) م کالشرب والطریق الخاصتین ش کشرب نهر لا تجری فیه السفن وطریق لا ینفذ۔

(۶) طریق خاص اور شرب خاص مین شرکت ہونے سے شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اور طریق خاص سے وہ راستہ مراد ہے جو سربستہ ہو اور شرب خاص سے اتنی چھوٹی نہر مراد ہے جسمین کشتی نہ چل سکتی ہو۔

(۷) م ثم للجار ملاصق بابه فی سکة اخری کواضع جذوع علی الحائط ش انما ذکر واضع الجذع لیعلم انه جار ولیس بخلیط ولا یشترط للجار الملاصق وضع الجذع حتی لو لم یکن له شیء علی الحائط یکون جارا ملاصقا۔

(۷) شریک نے حق المبیع کے بعد اوس جار کو حق شفعہ ہے جسکا مکان مکان مبیعہ سے ملا ہوا ہو لیکن اوسکے مکان کا دروازہ کسی دوسرے کوچہ کیطرف ہو مثلا یہ شخص اپنے مکان کی کڑیان مکان مبیعہ پر رکھے تو کڑیان رکھنے والا جار ہی شمار کیا جائیگا شریک نہ شمار کیا جائیگا اور جار ملاصق کے لیے کڑیون کا رکھنا کچھ شرط نہین ہے حتے کہ اگر مکان مبیعہ کی دیوار پر اس جار کا کچھ بھی حق نہ ہوگا تب بھی وہ جار ملاصق سمجھا جائیگا۔

(۸) وعند الشافعی رح لا یثبت الشفعة للجار بل للاولین۔

(۸) شافعی رح فرماتے ہین کہ شفعہ خاص خلیط فی نفس المبیع اور خلیط فی حق المبیع کے لیے ثابت ہوتا ہے نہ جار ملاصق کے لیے۔

(۹) م ویطلبها الشفیع فی مجلس علمه بالبیع بلفظ یفهم طلبها کطلبت الشفعة ونحوہ ش مثل انا طالب

(۹) شفیع کو جب بیع کی اطلاع ہو تو مجلس علم مین وہ ایسے الفاظ سے شفعہ طلب کرے جسنے طلب شفعہ سمجھی جائے مثلا یون کہے کہ مین شفعہ کا طالب ہون یا مین نے شفعہ کی طلب کی اسکے کرخی رح قائل ہین۔

للشفعة او طلبها واعتبار مجلس العلم اختیار الکرخی۔

(۱۰) وعند بعض المشائخ رح لیس له خیار المجلس حتی ان سکت ادنی سکوت تبطل شفعته۔

(۱۰) بعض مشائخ رحمہ فرماتے ہین کہ شفیع کو خیار مجلس نہین ہے بلکہ اوسکو جسوقت شفعہ کی خبر ہو بہت فوراً اوسکی طلب کرے اگر تھوڑی سی دیر بھی سکوت کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جایگا۔

م وهو طلب مواثبة ش انما سمی بهذا الیدل علی غایة التعجیل کان الشفیع یثب ویطلب الشفعة۔

اور اسس طلب کا نام طلب مواثبت ہو اور طلب مواثبت کے نام رکھنےکی یہ وجہ ہے کہ اسس طلب مین بہت جلدی ہوتی ہو گویا کہ شفیع کودتا جاتا ہے اور شفعہ کو طلب کرتا جاتا ہے۔

(۱۱) م ثم یشهد عند العقار او علی من معه من بائع او مشتر فیقول اشتری فلان هذه الدار وانا شفیعها وقد کنت طلبت الشفعة واطلبها الآن فاشهدوا علیه وهو طلب اشهاد ش۔

(۱۱) طلب مواثبت کے بعد طلب اشہاد کرنا چاہیے اور اوسکا یہ طریقہ ہو کہ شفیع عقار پر جاکر یا اوس شخص کے پاس کہ جسکے قبضہ مین وہ جایداد ہو خواہ وہ بائع ہو یا مشتری یون کہے کہ اسس مکان کو زید نے خریدا ہو اور مین اوسکا شفیع ہون اور بلا شبہہ مین نے اپنا شفعہ طلب کیا تھا اور اب بھی مین اسکو طلب کرتا ہون تم اوسپر گواہ رہو۔

(۱۲) اعلم ان هذا الطلب انما یجب عند التمکن من الاشهاد عند الدار او عند صاحب الید حتی لو تمکن ولم یشهد بطلت شفعته۔

(۱۲) معلوم کرو کہ یہ طلب ایک ضروری امر ہے جبکہ شفیع کو مکان یا قابض کے پاس جاکر گواہ کرنے کی قدرت ہو حتے کہ اگر باوجود قدرت کے طلب اشہاد نہ کی تو اوس کا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۱۳) وفی الذخیرة اذا کان الشفیع فی طریق مکة فطلب طلب المواثبة وعجز عن طلب الاشهاد عند الدار او عند صاحب الید یوکل وکیلا ان وجد وان لم یجد یرسل

(۱۳) ذخیرہ مین مذکور ہے کہ اگر شفیع مکہ کے راستہ مین ہو اور اوسنے بیع کا حال معلوم کرکے طلب مواثبت کی درخواست کی اور مکان پر یا قابض کے پاس جاکر طلب اشہاد سے عاجز ہو تو سوقتیکہ موقع پائے تو ایک وکیل کرے اور اگر کوئی وکیل دستیاب نہو تو اوسکو قاصد یا خط کا بھیجنا چاہیے اور اگر یہ بھی نہ کرسکے

رسولاً او کتاباً فان لم یجد فهو علی شفعته فاذا حضر طلب وان وجد ولم یفعل بطلت شفعته۔

تو وہ اپنے شفعہ پر قائم ہی اور جب حاضر ہو طلب کرے اور اگر باوجود ان قدرت کے ان امور سے کچھ کارروائی نکی تو اوس کا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۱۴) م ثم یطلب عند قاض فیقول اشتری فلان دار الکذا وانا شفیعها بدار الکذا فمره لیسلم الیّ وهو طلب تملیك وخصومة وبتاخیره لا تبطل الشفعة وقال محمد رح اذا اخره شهراً بطلت وبه یفتی واذا طلب سأل القاضی الخصم عنها ش ای عن مالکیة الشفیع الدار المشفوع بها۔

(۱۴) شفیع کو ان طلبون کے بعد تیسری طلب قاضی کے پاس یون کرنی چاہیے کہ زید نے فلان مکان خریدا ہی اور مین اپنے فلان مکان کیوجہ سے اوس مکان مبیعہ کا شفیع ہون تم مشتری کو حکم دو کہ وہ مکان مجکو حوالہ کردے اور اس طلب کا نام طلب تملیک اور طلب خصومت ہی اور اون دونون طلبون کے بعد اس طلب مین تاخیر کرنے سے شفعہ باطل نہین ہوتا (۱۵) امام محمد رح نے فرمایا ہی کہ اگر ایک مہینہ کی مدت تک طلب تملیک مین تاخیر کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور یہی قول مفتی بہ ہے۔

(۱۶) م فان اقر بملك ما یشفع به او نکل عن الحلف علی العلم بانه مالك لذا او برهن الشفیع سأله عن الشراء فان اقر به او نکل من الحلف علی الحاصل او السبب ش۔

(۱۶) جسوقت شفیع نے قاضی کے پاس جاکر اپنے شفعہ کی درخواست کی تو قاضی کو مدعی علیہ سے دریافت کرنا چاہیے کہ شفیع اوس مکان کا مالک ہی جسکی وجہ سے وہ دعوی کرتا ہی یا نہین اگر اقرار کرلیا یا اپنے علم پر قسم کہانے سے انکار کیا یا شفیع نے گواہ سنادیے تو اسکے بعد قاضی کو اوس سے سوال کرنا چاہیے کہ تو نے مکان خریدا ہی یا نہین پس اگر اوسنے خریدنے کا اقرار کیا یا قسم کہانے سے حاصل

(۱۷) اعلم ان ثبوت الشفعة ان کان متفقا علیه یحلف علی الحاصل باللّٰه ما استحق هذا الشفیع الشفعة علیّ وان کان مختلفا فیه کشفعة الجوار یحلف علی السبب باللّٰه ما اشتریت هذه الدار لانه ربما یحلف علی الحاصل بمذهب

(۱۷) معلوم کرو کہ جسجگہ شفعہ کا ثابت ہونا متفق علیہ ہی تو اوسجگہ حلف حاصل پر لیا جائیگا کہ قسم خدا کی اس شفیع کا مجہپر استحقاق شفعہ نہین ہی اور جس جگہ شفعہ کا ثابت ہونا متفق علیہ نہو بلکہ اوسمین اختلاف ہو جیسے شفعہ جوار ہی تو وہان سبب پر حلف لیا جائیگا کہ قسم خدا کی مین نے اس مکان کو نہین خریدا ہی اسواسطے کہ اگر یہان بھی حاصل پر حلف لیا جائے تو اوسکو گنجائش ہی کہ موافق مذہب شافعی رحمہ اللہ کے حلف کرنے اور کتاب الدعوی مین

الشافعي رح وقد سبق في كتاب الدعوى۔

اوسكا بيان ہو چکا ہے۔

(۱۸) م او برهن الشفيع قضى له بها وان لم يحضر الثمن وقت الدعوى واذا قضى لزمه احضاره وللمشتري حبس الدار بقبض ثمنه فلو قيل للشفيع اد الثمن فاخر لا تبطل شفعته والخصم البائع ان لم يسلم **ش** اي خصم الشفيع البائع ان لم يسلم المبيع الى المشتري۔

(۱۸) اگر شفیع نے مدعی علیہ کے خریدنے پر گواہ سنا دے تو قاضی ان سب صورتوں میں شفعہ کا حکم دے دیگا اگرچہ شفیع نے وقت دعوی کے ثمن حاضر عدالت نکیا ہو اور جب قاضی شفیع کو شفعہ کا حکم دیدے تو اب شفیع کو ثمن کا حاضر کر دینا لازمی بات ہے اور مشتری کو اختیار ہے کہ تا قبضہ ثمن مکان مشفوعہ کو روک رکھے اور اگر شفیع سے ادائے ثمن کے لیے کہا گیا اور اوسنے ادائے ثمن میں تاخیر کی تو شفعہ باطل نہوگا اور جب تک بائع نے مکان مشفوعہ کو حوالہ مشتری کے نہیں کیا ہے تو شفیع کا مدعی علیہ بائع ہے

اور بعد حوالہ کرنے کے شفیع کا مدعی علیہ مشتری ہے

(۱۹) م ولا تسمع البينة عليه حتى يحضر المشتري فيفسخ بحضوره **ش**۔

(۱۹) جب تک کہ مشتری حاضر عدالت نہو تو اوسکے اوپر گواہ کی سماعت نہوگی اسلیے کہ وہی مالک ہے تو اوسکی موجودگی میں بیع کا فسخ ہونا چاہیے۔

(۲۰) انما يشترط حضور البائع والمشتري لان الملك له واليد للبائع فاذا سلم الى المشتري لا يشترط حضور البائع لانه صار اجنبيا۔

(۲۰) بائع اور مشتری کے حاضر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ ملک مشتری کی ہے اور قبضہ بائع کا ہے بخلاف اوس صورت کے کہ اگر مکان مشفوعہ مشتری کے قبضہ میں آگیا ہو تو بائع کو اجنبی ہونے کی وجہ سے عدالت میں حاضر ہونے کی ضرورت نہیں۔

(۲۱) م ويقضى للشفيع بالشفعة والعهدة على البائع **ش** حتى يجب تسليم الدار على البائع وعند الاستحقاق يكون عهدة الثمن على البائع فيطلب منه

(۲۱) اگر قاضی شفیع کو حکم شفعہ کا دے اور مکان مبیعہ بائع کے قبضہ میں ہے تو ثمن کی ذمہ داری بائع پر ہوگی حتے کہ بائع پر مکان کا تسلیم کرنا ضروری ہے اور اگر مکان میں کسی کا حق برآمد ہو تو ثمن کی ذمہ داری بائع پر ہے اور اوسی سے مطالبہ ثمن کا کیا جائیگا۔

(۲۲) م وللشفيع خيار الرؤية والعيب وان شرط المشتري البراءة عنه۔

(۲۲) شفیع کو خیار رویت اور خیار عیب حاصل ہوگا اگرچہ مشتری نے اوس سے ہر ایک قسم کی براءت شرط کر لی ہو

(٢٣) وان اختلف الشفیع والمشتری فی الثمن صدق المشتری ش ای مع الحلف لان الشفیع یدعی استحقاق الدار عند نقد الاقل والمشتری ینکره۔

(٢٣) اگر مشتری اور شفیع کے مابین ثمن کے اندر اختلاف واقع ہو تو اوس مین مشتری کا قول مع حلف کے معتبر ہوگا اسلیے کہ شفیع فی الحقیقت اسبات کا مدعی ہے کہ مین بعوض تھوڑا ثمن دیکر اس مکان مبیعہ کا مستحق ہون اور مشتری اوس سے منکر ہے۔

(٢٤) م ولو برهنا فالشفیع احق ش هذا عند ابی حنیفة ومحمد رح وجههما ما ذکرنا وایضا یمکن صدق البینتین بجریان العقد مرتین فیاخذ الشفیع بالاقل وعند ابی یوسف رح بینة المشتری احق لانها اکثر اثباتا۔

(٢٤) اگر مشتری اور شفیع دونون نے اختلاف ثمن کی صورت مین اپنے اپنے گواہ سنا دیئے تو ابوحنیفہ اور محمد رح کے نزدیک شفیع کے گواہ مقبول ہون گے اون دونون کی دلیل ہم بیان کر چکے ہین اور نیز دونون کے گواہون کا سچا ہونا یون ممکن ہے کہ عقد بیع دو مرتبہ ہوئی ہو تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ بذریعہ اس کے کہ جو کم دامون سے ہوئی ہے لیلے اور ابو یوسف رح کے نزدیک اس صورت مین مشتری کے گواہون کا اعتبار ہوگا اسلیے کہ اون سے

(٢٥) م وان ادعی المشتری ثمنا وبائعه اقل منه بلا قبضه فالقول له ش ای بلا قبض الثمن فالقول للبائع۔

(٢٥) اگر مشتری نے اسبات کا دعوی کیا کہ مین نے یہ مکان اتنی قیمت پر خریدا ہے اور بائع نے اوس سے کم قیمت مین فروخت کرنے کا دعوی کیا اور مشتری کو ہنوز اس اختلاف کی صورت مین ثمن نہین وصول ہوا ہے تو بائع کا قول معتبر ہوگا۔

(٢٦) م ومع قبضه للمشتری ش ای مع قبض الثمن القول للمشتری

(٢٦) اگر صورت مذکورہ بالا مین مشتری ثمن کو وصول کر چکا ہے تو مشتری کا قول مقبول ہوگا۔

(٢٧) م واخذ فی حط الکل بالکل ش مسئلة حط البعض قد مرت فی باب المراجعة بقوله والشفیع یاخذ بالاقل فی الفصلین۔

(٢٧) اگر بائع مشتری کو کل ثمن چھوڑ دے تو شفیع کو مشتری کے لیے کل قیمت دینی ہوگی اور بعض ثمن کے کم کر دینے کا مسئلہ باب المرابحت مین والشفیع یاخذ بالاقل فے الفصلین کے تحت مین گذر چکا ہے۔

(٢٨) م وفی الشراء بثمن مثلی بمثله وفی غیره بالقیمة وفی عقار بعقار اخذ کل بقیمة الاخر وفی ثمن

(٢٨) اگر مشتری نے بعوض ثمن مثلی کے مکان خریدا ہے تو شفیع بھی ثمن کا مثل دینا چاہیے اور اگر اوس نے ثمن غیر مثلی سے خریدا ہو تو شفیع کو ثمن کی قیمت دینا چاہیے اور اگر کوئی جائداد

معجل بحال او طلب في الحال
واخذ بعد الاجل ش هذا عندنا
واما عند زفر والشافعي رح في قوله
القديم فله ان ياخذه في الحال
بالثمن المؤجل۔

بعوض کسی جایداد کے فروخت ہو تو ہر ایک جائداد کا شفیع
اوس جایداد کو دوسرے جایداد کی قیمت ادا کرکے لیگا اور
اگر قرض کے طور پر ایک مکان کی بیع ہوی تو شفیع کو اختیار ہے کہ خواہ
فے الحال ثمن دیکر اوس مکان کو لے یا قرض کی مدت پوری
ہونے تک انتظار کرے جب مدت پوری ہو جائے تو اوسکو ثمن دیکر لیلے

(۲۹) م ولو سكت عنه بطلت ش
اي ان سكت عن الطلب وصبر
حتى يطلب عند الاجل بطلت
شفعته۔

(۲۹) اگر شفیع نے طلب سے صورت مذکورہ مین سکوت کیا
تو اسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

+ + + +

+ + + +

(۳۰) م وفي شراء ذمي بخمر او خنزير
والشفيع ذمي بمثل الخمر وقيمة الخنزير
والشفيع المسلم بقيمة كل وفي بناء
المشتري وغرسه بالثمن وقيمتهما
مقلوعين كما في الغصب او كلف
المشتري قلعهما ش اي اخذ الشفيع
فيما اذا بنى المشتري او غرس بالثمن
وقيمتهما مقلوعين او كلف المشتري
قلع البناء والغرس والمراد بقيمتهما
مقلوعين قيمتهما مستحق القلع كما مر
في الغصب وعن ابي يوسف رح انه
لا يكلف بالقلع بل يخير بين ان
ياخذ بالثمن وقيمة البناء والغرس
وبين ان يترك وهو قول الشافعي
رح لان التكليف بالقلع من احكام
العدوان والمشتري هنا محق في

(۳۰) اگر ذمی نے بدلے شراب یا سور کے مکان خریدا
اور اسکا شفیع بھی ذمی ہے تو شراب کے بدلہ شراب اور
سور کے بدلہ اوسکی قیمت دیکر مکان کو لے سکتا ہے اور اگر
شفیع مسلمان ہے تو وہ دونون صورتون مین قیمت دیکر
مکان لے سکتا ہے۔ اور اگر شفیع مکان مشفوعہ کو ایسے
وقت مین لینا چاہے کہ مشتری نے اوسمین عمارت بنالی
یا درخت لگالئے ہون تو شفیع اوسکو زمین کا ثمن اور
درختون اور عمارت کی وہ قیمت دیکر لے لے جو اوکھاڑنے
کی غرض سے اونکی قیمت لگائی جائے یا مشتری کو عمارت کے
ڈھانے اور درختون کے گرانے پر مجبور کرے اور ابو یوسف رح
فرماتے ہین شفیع مشتری پر اوسکے اوکھاڑنے کا جبر نکریگا
بلکہ اوسکو صرف یہ اختیار ہوگا کہ خواہ ثمن اور عمارت اور
درختون کی قیمت دیکر لے یا بالکل چھوڑ دے اور شافعی رح
کا بھی یہی قول ہے اسلیے کہ عمارت اور درختون کے
اوکھاڑنے کا اوسپر جبر کرنا ظلم ہے کیونکہ مشتری نے یہ عمارت
بیجا نہین بنائی ہے بلکہ اوسکو بنانے کا حق تھا حنفیہ رح

یہ مسئلہ حنفیہ کے نزدیک ہے اور زفر اور شافعی رح کے نزدیک باعتبار قول قدیم کے یہ بات ہے کہ شفیع اوس مکان کو فی الحال لے سکتا ہے اور ثمن کا ادا کرنا اوسکو موجل ہوگا [illegible]

البناء قلنا بنی فی موضع تعلق به حق متاكد للغیر من غیر تسلیط۔

فرماتے ہین کہ مشتری نے ایسی جگہ مین عمارت بنالی ہی یا درخت لگائے ہین جسمین غیر یعنی شفیع کا حق ثابت ہو رہا ہی اور شفیع نے اوسکو تصرف کا اختیار نہین دیا ہے۔

۳۱، م ویرجع الشفیع بالثمن فقط ان بنی او غرس ثم استحقت ش ای ان اخذ الشفیع بالشفعة وبنی او غرس ثم استحقت الارض رجع بالثمن فقط ولا یرجع بقیمة البناء او الغرس علی احد بخلاف المشتری فانه یرجع بقیمة البناء او الغرس علی البائع لانه مسلط من جهته بخلاف الشفیع فانه اخذ جبرا۔

۳۱، اگر مشتری نے ایک مکان کو حق شفعہ مین لیکر اوسمین عمارت بنالی اور درخت لگالیے اسکے بعد اوسمین کسیکا حق برآمد ہوا تو ایسی صورت مین شفیع مشتری سے صرف ثمن واپس کر سکتا ہو اور عمارت اور درختون کی قیمت نہ بائع سے واپس کر سکتا ہے نہ مشتری سے بخلاف مشتری کے کہ اگر وہان ایسی صورت پیش آئے تو وہ عمارت اور درختون کی قیمت بائع سے واپس کر سکتا ہے اسلیے کہ مشتری نے بائع کی طرف سے اوس بیع پر تسلط حاصل کیا ہی بخلاف شفیع کے کہ اوس نے جبرا اوسپر قبضہ کیا ہے۔

\+ + + + +

۳۲، م ویکمل الثمن ان خربت او جفت الشجر ش اشتری دارا فخربت او بستانا فجفت الشجر فالشفیع ان اراد ان یاخذ بالشفعة یاخذ بجمیع الثمن۔

۳۲، اگر مشتری نے ایک مکان خریدا اوسکے بعد وہ خراب ہو گیا یا اوس نے باغ خریدا اوسکے بعد درخت خشک ہو گئے تو اگر شفیع اوس مکان یا باغ کو لینے کا قصد کرے تو پورا ثمن دیکر اوسکو لے سکتا ہے مکان کے خراب ہو جانے اور درختونکے خشک ہو جانے سے اوسکی قیمت مین کمی نہین کر سکتا۔

۳۳، م واخذ العرصة لا النقض بحصتها ان هدم المشتری البناء ش انما یاخذ بالحصة لان المشتری قصد الاتلاف وفی الاول تلف بآفة سماویة ولا یاخذ النقض لانه لیس عقارا ولم یبق تبعا۔

۳۳، اگر مشتری نے ایک مکان خریدکر اوسکو منہدم کر دیا تو شفیع فقط زمین کی قیمت دیکر لے سکتا ہے اینٹ پتھر وغیرہ مشتری کا ہوگا اسلیے کہ مشتری نے خود اوسکے برباد کرنے کا قصد کیا تھا بخلاف پہلی صورت کے کہ وہان آفت سماوی سے وہ تلف ہوا ہی اور اینٹ پتھر اسلیے نہین لے سکتا کہ نہ وہ خود عقار ہی نہ تابع عقار کے ہی اسلیے

۳۴، م وفی شراء ارض مع شجر نخل

۳۴، اگر ایک شخص نے زمین کو مع درختون اور پھل کے خریدا

فيها او لا ثمر عليها فاثمر معه اخذها بثمرها وبحصتها من الثمن ان جذه المشتري في الاول وبالكل في الثاني

ش شري ايضا وذكر ثمر النخيل في البيع اذ لا يدخل بدون الذكر اوشري ولم يكن على الشجر ثمر فاثمر في يد المشتري فالشفيع ياخذ الارض مع الثمر في الفصلين وان جذه المشتري فالشفيع ياخذ الارض بدون ثمر النخيل لكن في الاصل الاول ياخذ بحصة الارض من الثمن وفي الاصل ياخذ بكل الثمن لان الثمر لم يكن موجودا وقت العقد فلا يقابله شئ من الثمن۔

يا خريدنے کے بعد مشتری کے پاس آکر درختون پر پھل آگیا تو شفیع کو اختیار ہے کہ دونون صورتون مین درخت اور پھل لیلے اور اگر مشتری نے اوسکو توڑ لیا تو پہلی صورت مین شفیع پھل کی قیمت سنہا کر کے زمین کی قیمت دیگا اور دوسری صورت مین شفیع کو کل ثمن دینا پڑیگا اسلیے کہ مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد وہ پھل پیدا ہوا ہے تو وہ مبیع کے اندر بالذات داخل نہوگا اور ثمن کا کوئی حصہ اوسکے مقابل نہ سمجھا جائیگا۔

✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣

م باب ما هي فيه اولا وما يبطلها

ش اي باب ما يكون فيه الشفعة اولا يكون وما يبطل الشفعة۔

اس امر کا بیان کہ کن چیزون مین شفعہ ثابت ہوتا ہے اور کن چیزون مین نہین ثابت ہوتا اور کن چیزون سے باطل ہو جاتا ہے

(۳۵) م انما يجب قصدا في عقار ملك بعوض هو مال وان لم يقسم كرحي وحمام وبير۔ ش اي الشفعة القصدية تختص بالعقار بخلاف غير القصدية

(۳۵) شفعہ بالذات غیر منقول مین ثابت ہوتا ہے جو بعوض کسی قسم کے مال کے ملک مین داخل ہو اگرچہ اوس غیر منقول کی تقسیم نہو سکے جیسے چکی اور حمام اور کنوان یعنے شفعہ بالذات غیر منقول کے ساتھ مخصوص ہے اور جن چیزون کو منقولات کے ساتھ تعلق ہے اون مین بھی بالتبع

فانها تثبت فی غیر العقار فان الشجر والثمر یوخذان بالشفعة تبعا للعقار ثم لابد ان یکون العقار مُلِكَ بعوض حتی لو ملك بهبة لاتثبت الشفعة ثم العوض لابد ان یکون مالا حتی لو خو لع علی دار لاتثبت الشفعة وانما قال وان لم یقسم لان الشفعة لاتثبت عند الشافعی رح فیما لا یقسم لان الشفعة لدفع مؤنة القسمة عنده وعندنا لدفع ضرر الجوار۔

شفعہ ثابت ہوتا ہی جیسے درخت اور پھل مین بھی زمین کے ساتھ شفعہ ثابت ہو جاتا ہی پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اوس غیر منقول کا مملوک بعوض ہونا ضروری ہے حتی کہ اگر کوئی شخص بذریعہ ہبہ بلا عوض کے مکان کا مالک ہوا تو اوسمین شفیع کو حق شفعہ نہ حاصل ہوگا اور عوض مین مال کی شرط اسواسطے لگائی ہی تاکہ وہ صورت نکل جائے جسمین کہ عوض مال نہو حتی کہ اگر کوئی مکان خلع کے عوض مین دیا جاے تو اوسمین شفعہ نہ ثابت ہوگا اور یہ بات کہ وہ غیر منقول اگرچہ تقسیم کے قابل نہو اوسمین شفعہ ثابت ہو جاتا ہی اسلیے بیان کی ہے کہ شافعی رح کے نزدیک غیر قابل القسمة چیزونمین شفعہ نہین ثابت ہوتا کیونکہ انکے نزدیک تقسیم کے وقت دور کرنے کے لیے شفعہ مقرر کیا گیا ہی اور حنفیہ رح کے نزدیک ضرر جوار دور کرنے کے لیے۔

(٣٦) م لا فی عرض وفلك وبناء ونخل بیعا قصدا ش حتی ان بیع البناء والنخیل بتبعیة الارض تجب فیها الشفعة۔

(٣٦) غیر منقول چیزمین اور کشتی مین اور دیوارون اور درختون مین اگر خود تنہا بلا زمین کے فروخت کیے جاوین تو شفعہ نہین ہے حتے کہ اگر زمین کے تابع ہو کر درخت ہون تو اونمین شفعہ ثابت ہوتا ہی۔

(٣٧) م وارث وصدقة وهبة الا بعوض ودار قسمت ش لان فی القسمة معنی الافراز۔ وبعبارة اخری

(٣٧) اگر بذریعہ ارث یا صدقہ یا ہبہ بلا عوض کے کوئی شخص ایک مکان کا مالک ہو یا ایک مکان مشترک کو شریک لوگ باہم تقسیم کرین توان سب صورتون مین اوس مکان مین

(٣٨) م او جعلت اجرة او بدل خلع او عتق او صلح عن دم عمد او مهر وان قوبل ببعضها مال ش فمن قوله او جعلت اجرة خلاف الشافعی رح فان هذه الاعواض متقومة عنده ولنا ان تقوم المنافع

(٣٨) اگر ایک مکان اجرت مین یا بدلے خلع یا آزادی کے یا بدلے صلح اوس خون کے جو قصداً کیا گیا ہو یا وہ مکان جو مہر قرار دیا گیا ہو اگرچہ بعض مکان کے مقابلہ مین مال بھی ہو ان سب صورتونمین مکان کے اندر شفعہ نہین ہے اور شافعی رح ان سب صورتونمین خلاف کرتے ہین اسلیے کہ اون کے نزدیک یہ سب عوض متقوم چیزین ہین اور حنفیہ کی یہ

بے

ضروری فلا تظهر فی حق الشفعة وكذا الدم والعتق واذا قوبل ببعضها مال كما اذا تزوجها على دار على ان ترد عليه الفا فلا شفعة فی جميع الدار عند ابی حنيفة رح وقالا تجب فی حصة الالف اذ فيها مبادلة مالية وهو يقول معنى البيع تابع فيه ولهذا ينعقد بلفظ النكاح ولا يفسد بشرط النكاح ولا شفعة فی الاصل فكذا فی البيع۔

(۳۹) م او بيعت بخيار البائع وما سقط خياره ش حتى اذا اسقط الخيار ثبت الشفعة

(۴۰) م او بيعا فاسدا وما سقط فسخه ش فانه اذا بيع بيعا فاسدا وسقط حق الفسخ بان بنى المشتری فيها تثبت الشفعة۔

(۴۱) م او رد بخيار رؤية او شرط او عيب بقضاء بعد ما سلمت ش ای بيع وسلمت الشفعة ثم رد البيع بخيار الرؤية وبقضاء القاضی فلا شفعة لانه فسخ لا بيع۔

(۴۲) م وتجب برد بلا قضاء وباقالة ش ای يثبت الشفعة فی الرد بالعيب بلا قضاء القاضی لانه لما لم يجب الرد فاخذ بالرضاء صار كانه اشترا لا وكذا تجب الشفعة بالاقالة لان الاقالة بيع فی حق الثالث والشفيع

دلیل ہو کہ منافع کا متقوم ہونا ضرورت کی وجہ سے ہے لہذا شفعہ کے حق مین اونکے متقوم ہونے کا کچھ اثر نہو گا بعض مکان کے مقابلے مین مال کے ہونے کی یہ صورت ہے کہ مثلاً ایک شخص نے ایک عورت کا مہر مکان اس شرط پر مقرر کیا کہ وہ ایکہزار روپیہ مجھے ادا کردے تو اس صورت مین ابو حنیفہ رح کے نزدیک مکان کے کسی جز مین شفعہ نہ ثابت ہوگا اور صاحبین کے نزدیک مکان کے اندر ہزار روپیہ کے حصہ مین شفعہ ثابت ہوگا اسلیے کہ مکان کے اوس جز مین مبادلہ مالیہ پایا جاتا ہے اور امام صاحب فرماتے ہین کہ بیع کے معنے اوسمین تبعاً ہین اسلیے لفظ نکاح سے اوسکا انعقاد ہو جاتا ہے اور نکاح کی شرط ہے

(۳۹) اگر ایک مکان فروخت ہوا اور اوسمین بائع کا اختیار شرط کیا گیا تو جب تک بائع کا اختیار ساقط نہو گا شفعہ ثابت نہوگا اور ساقط ہونے کے بعد شفعہ ثابت ہو جائیگا بشرطیکہ اختیار ساقط ہو

(۴۰) اگر ایک مکان بیع فاسد سے فروخت ہوا تو جبتک فسخ کا اختیار ساقط نہو گا شفعہ ثابت نہو گا اور اگر فسخ کا اختیار ساقط ہو گیا مثلاً مشتری نے اوسمین کچھ عمارت بنالی تو شفعہ ثابت ہو جائیگا۔

(۴۱) اگر خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے یا بحکم قاضی عیب کی وجہ سے ایک مکان واپس ہوا اور واپس ہونے سے قبل شفیع اپنے حق شفعہ کو چھوڑ چکا تھا تو شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے کہ واپس کرنا بیع جدید نہین ہے بلکہ بیع کا فسخ ہے۔

(۴۲) اگر قبضہ کرنے کے بعد مشتری نے بلا حکم قاضی کے عیب کی سبب مکان کو واپس کر دیا یا باہمی رضامندی سے بائع اور مشتری نے بیع کا اقالہ کر لیا تو شفیع کا شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے کہ جب اوسکا واپس لازم نہین تھا تو اس تقدیر پر خوشی سے اوسکا واپس کرنا خرید نیکے حکم مین ہوگا اور اسیطرح اقالہ اگرچہ بائع اور مشتری کے حق مین بیع کا فسخ ہے مگر شفیع کے حق مین وہ ایک بیع جدید ہے

ثالثهما۔

۴۳۔ م وللعبد المأذون مديونا في مبيع سيده ولسيده في مبيعه ش اي تجب الشفعة للعبد المأذون حال كونه مديونا دينا محيطا برقبته وكسبه فله الشفعة فيما باع سيده وكذا للسيد حق الشفعة فيما باع العبد المأذون المذكور بناء على ان ما في يده ملك له۔

۴۳۔ اگر ایک شخص نے مکان فروخت کیا اور اوسکا ایک غلام ہو جس کو اسنے تجارت کی اجازت دی رکھی ہو اور یہ غلام لوگوں کے قرض میں مستغرق ہو تو اس مکان میں غلام کا شفعہ ثابت ہو جائے گا اور اسیطرح اگر غلام مذکور نے مکان فروخت کیا تو اوسکے مالک کو اوس میں حق شفعہ ہے اسلیے کہ جو چیز غلام کے قبضہ میں ہے وہ ملک کی ملک ہے۔

۴۴۔ م ولمن شرى او اشترى له لا لمن باع او بيع له او ضمن للدرك ش اي تجب الشفعة للمشتري سواء اشترى اصالة او وكالة وكذا تجب الشفعة لمن اشتري له اي لمن وكل آخر بالشراء فاشترى لاجل الموكل والموكل شفيع كان له الشفعة وفائدته انه لو كان المشتري او المؤكل بالشراء شريكا وللدار شريك آخر فلهما الشفعة ولو كان هو شريكا وللدار جار فلا شفعة للجار مع وجوده ولا يكون للبائع شفعة سواء كان اصيلا او وكيلا وكذا لا شفعة لمن بيع له اي ان وكل بالبيع والمؤكل شفيع فلا شفعة له وكذا اذا ضمن

۴۴۔ اگر ایک شخص نے اصالۃً یا وکالۃً ایک مکان خریدا تو اوسمیں حق شفعہ ثابت ہوتا ہے اور یہی حکم ہے کہ اگر ایک شخص کو خریدنے کے لیے وکیل مقرر کیا اور اوسنے اپنے موکل کے لیے مکان خریدا اور وہ موکل اوس مکان کا شفیع بھی ہے تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا اور اوسکا یہ نتیجہ ہے کہ یہ خریدنے والا یا موکل اگر اوس مکان میں شریک ہو اور اوس مکان میں ایک شریک اور بھی ہو تو دونوں کا شفعہ رہیگا اور اگر صرف یہی شریک ہو مگر ایک شخص اوس کا جار ہے تو شریک کے ہوتے ہوئے جار کو شفعہ نہ ملےگا اور بائع نے خواہ اصالۃً فروخت کیا ہو یا وکالۃً کسیطرح سے اوسکو حق شفعہ نہوگا۔ اسیطرح اگر شفیع نے کسی دوسرے کو وکیل کرکے وہ مکان فروخت کیا اور یہی حکم ہے کہ اگر ایک شخص اس طور ضامن ہوگیا کہ اوس مکان میں کسیکا حق برآمد ہو تو میں اوس کا ذمہ دار ہوں اور وہ شخص شفیع ہو تو اوسکو حق شفعہ نہ حاصل ہوگا اسلیے کہ ذمہ دار ہونے سے

الدرك فبيع وهو شفيع لا شفعة
له لان الاستخلاص عليه۔

٤٧٥، م ولا فيما بيع الا ذراعا من
طول حد الشفيع ش هذا حيلة
لاسقاط شفعة الجوار وهي ان
يباع الدار الا مقدار عرضه
ذراع او شبر او اصبع وطوله
تمام ما لاصق من الدار المبيعة
دار الشفيع فانه اذا لم يبيع ما
يلاصق دار الشفيع لا يثبت
الشفعة۔

٤٧٦، م او شرى سهما منها بثمن
ثم باقيها الا في السهم الاول ش
هذا حيلة اخرى لاسقاط شفعة
الجوار وهي انه اذا اراد ان يشتري
الدار بالف يشتري شيئا قليلا
منها كسهم واحد من الف سهم
مثلا بالف الا درهما ثم يشتري
الباقي بدرهم فالشفيع لا ياخذ
الشفعة الا في السهم الاول بثمنه
لا في الباقي لان المشتري صار
شريكا وهو احق من الجار۔

٤٧٧، م او شرى بثمن ثم دفع عنه
ثوبا الا بالثمن ش هذه حيلة
اخرى تعم الجوار وغيره وهي ما

سالم مکان کا مشتری کو دینا شفیع پر لازم
ہوگا

٤٧٥، اگر کسی شخص نے اپنی زمین کی بیع اس صورت
کے ساتھ کی کہ جو شفیع کے حد کی طرف ملی ہوی ہے
اوسطرف سے ایک گز زمین بیع سے مستثنے کردی تو
شفیع کو حق شفعہ نہ حاصل ہوگا اور اصل مین یہ اسقاط شفعہ
بالجوار کا حیلہ ہے اور اوسکی صورت یہ ہے کہ ایک مکان کو
بیع کیا مگر کسیقدر زمین جسکا عرض مثلاً ایک گز یا ایک
بالشت یا ایک انگشت ہو اور طول مین شفیع کے مکان سے
ملی ہوی ہو مستثنے کردی گئی کہ اسوقتمین شفعہ نہ ہوگا اسلیے کہ شفیع کا شفعہ فقط اتصال کے
سبب سے تھا اور اس جگہ باقی مکان کو شفیع سے اتصال نہ رہا تو شفعہ

٤٧٦، اگر زمین کے حصون مین سے ایک حصہ خرید کیا
اسکے بعد باقی زمین کو خرید لیا تو اس صورت مین شفیع کو
فقط پہلے حصہ مین شفعہ ملے گا نہ باقی حصونمین شفعہ جوار کے
ساقط کرنے کا یہ دوسرا حیلہ ہی اور اوسکی صورت یہ ہے
کہ ایک شخص نے ہزار روپیہ مین مکان خریدنے کا ارادہ کیا
تو اوسکا یہ حیلہ ہی کہ اوس مکان مین سے کسیقدر حصہ اگرچہ
ہزاروان حصہ ہو اوسکو ایک کم ہزار مین خریدلے اسکے بعد
باقی مکان کو ایک روپیہ مین خریدے تو شفیع صرف اپنے حق شفعہ
مین مکان کا ہزاروان حصہ ایک کم ہزار روپیہ مین خرید سکتا
ہی اور باقی مکان کو ایک روپیہ مین نہین خرید سکتا اسلیے کہ مشتری
دوسرے حصون مین شریک ہی اور شفیع جار ہی اور شریک جار پر مقدم ہوتا ہے

٤٧٧، اگر ایک شخص نے بعوض ثمن کے ایک مکان خریدا
اسکے بعد ثمن کے بدلے مین بائع کو ایک کپڑا دیدیا تو شفیع
بعوض ثمن کے اوس مکان کو لے سکتا ہی کپڑے کی قیمت

اذا ارید بیع الدار بمائۃ فیشتری
الدار بالف ثم یدفع ثوبا یساوی
مائۃ فی مقابلۃ الالف فالشفیع
لایاخذہ الا بالالف۔

(۴۸) م ولایکرہ حیلۃ اسقاط الشفعۃ
والزکوۃ عند ابی یوسف رحمہ اللہ
وبہ یفتی فی الشفعۃ وبضدہ فی
الزکوۃ ش۔

اعلم ان حیلۃ اسقاطہا لایکرہ
عند ابی یوسف رح ویکرہ عند
محمد رح ویفتی فی الشفعۃ بقول
ابی یوسف رح لانہ منع عن وجوب
الحق لا اسقاط للحق الثابت وھکذا
یقول فی الزکوۃ لکن ھذا فی غایۃ
الشناعۃ لانہ ایثار للبخل وقطع
رزق الفقراء الذین قدرہ
اللہ تعالی فی مال الاغنیاء
والانخراط فی سلک الذین
یکنزون الذھب والفضۃ ولا
ینفقونہا فی سبیل اللہ والاستبشار
بما بشرھم اللہ تعالی وقول الشفعۃ
انما شرعت لدفع ضرر الجوار
فالمشتری ان کان ممن یتضرر
بہ الجیران لایحل اسقاطہا وان کان
رجلا صالحا ینتفع بہ الجیران و

م اگر دوسرا اوس مکان کو لینا چاہے تو ہزار روپیہ مین لے سکتا ہے نہ سو روپیہ مین۔

دیکر نہین لے سکتا اور یہ بھی اسقاط شفعہ کا ایک حیلہ ہے جسمین شریک
اور جوار سب یکسان ہین اور اوسکی صورت یہ ہی کہ ایک مکان
سو روپیہ کو خریدنا منظور ہی تو فرضی طور پر اوسکو ہزار کو خرید لے
اسکے بعد بمقابلہ ہزار روپیہ کے سو روپیہ کی مالیت کا کپڑا دیدے کہ شفیع

(۴۸) شفعہ اور زکوۃ کے ساقط کرنے کے لیے حیلہ کرنا ابو یوسف رح
کے نزدیک برا نہین ہے اور محمد رح کے نزدیک برا ہی اور شفعہ کے
باب مین ابو یوسف رح کے قول پر فتوی ہی اسلیے کہ اونے
ثبوت حق سے اعراض کیا ہے حق ثابت کا اسقاط نہین
کیا ہی اور زکوۃ کے اندر بھی ابو یوسف رح حیلہ کے برا نہونے کی یہی
وجہ بیان کرتے ہین مگر اس بارے مین اونکا قول نہایت درجہ
ناپسندیدہ ہی اسلیئے کہ اس حیلہ مین بخل کا اختیار کرنا
اور فقرا کے رزق کا قطع کرنا ہے جسکو خدا ئے تعالی
نے امرا کے مال مین مقرر فرمایا ہے اور اس حیلہ
کی وجہ سے ادن لوگون کے زمرہ مین داخل
ہونا اور عذاب الیم کی خوشخبری کا مستحق ہونا ہے جنکی
شان مین یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی ہے الذین
یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونہا
فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم الایہ
یعنے جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہین اور خدا کی راہ مین
اوسکو خرچ نہین کرتے الخ اور شفعہ دفع ضرر جوار کے لیے مقرر
کیا گیا ہی پس مشتری اگر اون لوگون مین ہے کہ جس سے
ہمسایہ لوگ تکلیف پاتے ہین تو ایسی صورت مین اسقاط شفعہ
کے لیے حیلہ کرنا درست نہین اور اگر وہ نیک بخت
آدمی ہے اور ہمسایہ لوگ اوس سے نفع پاتے ہین اور شفیع
۴۹ ایک ظالم شخص ہے جو اپنے ہمسایون سے عداوت

الشفيع متعنت لا يجب جارة فيحتال في اسقاطها

رکھتا ہے اوسکا رہنا نہیں چاہتا تو اوس وقت مین اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا جائز ہے ۔

(۴۹) م ويبطلها تركه طلب المواثبة او الاشهاد وتسليمها بعد البيع فقط ش اى التسليم قبل البيع لا يبطلها ۔

(۴۹) اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اُس جلسہ مین اُسنے طلب مواثبت یا طلب اشہاد نکی اور بیع کے بعد شفعہ کو ترک کردیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور بیع کے قبل طلب کرنے سے شفعہ باطل نہ

(۵۰) م ولو من الاب او الوصي او الوكيل ش اى الوكيل بطلب الشفعة فان تسليم هولاء يبطل الشفعة عند ابي حنيفة رح وابي يوسف رح خلافا لمحمد وزفر رح فان هذا ابطال حق ثابت للصغير ولهما انها شرعت لدفع الضرر ولهما انه في معنى ترك الشراء ۔

(۵۰) اگر باپ یا وصی یا وکیل طلب شفعہ نے شفعہ تسلیم کردیا تو نابالغ اور موکل کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ ان لوگون کا تسلیم شفعہ ابوحنیفہ اور قاضی ابویوسف رح کے نزدیک شفعہ کو باطل کردیتا ہے اور امام محمد اور زفر رح کا اسمین اختلاف ہے وہ فرماتے ہین کہ اس صورت مین نابالغ کے حق کا باطل کردینا ہے اور شفعہ دفع ضرر کے لیے مقرر کیا گیا ہے اونکے نزدیک یہ معنے ہین کہ اوس نے خریدنے کو ترک کردیا ہے کسی حق ثابت کو نہین باطل کیا ۔

(۵۱) م وصلحه منها على عوض ورد عوضه ش اى الصلح على العوض يبطل الشفعة لانه تسليم لكن الصلح غير جائز لانه مجرد حق التملك فيجب رد العوض ۔

(۵۱) اگر شفیع نے مدعی علیہ سے کچھ مال لیکر شفعہ سے فیصلہ کرلیا تو اس صورت مین حق شفعہ بھی باطل ہو جائیگا اور مال بھی واپس کرنا پڑے گا کیونکہ صلح کرنے مین شفعہ کا باطل کرنا ہے لیکن یہ صلح عوض کے اعتبار سے درست نہین اسلیے کہ یہان محض حق تملک ہے لہذا عوض واپس کرنا ضروری ہے

(۵۲) م وموت الشفيع لا المشتري ش فان الشفيع اذا مات تبطل الشفعة ولا تورث عنه خلافا للشافعي رح لانها ليست بمال وهذا اذا مات بعد البيع قبل القضاء اما اذا مات بعد قضاء القاضي قبل نقد الثمن او بعده تصير للورثة ۔

(۵۲) اگر شفیع مر جائے تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور وارثون کو حق شفعہ کا نہ رہیگا مگر شافعی رح کے نزدیک نہیں باطل ہوتا اسلیے کہ وہ مال نہین ہے یہ جب ہے کہ اگر شفیع بیع کے بعد اور قاضی کے حکم دینے سے پہلے مر جائے اور اگر بعد از حکم اور قبل ادائے ثمن یا بعد ادائے ثمن کے مرگیا تو اُسکے وارثون کو حق شفعہ ثابت ہوگا اور مرنے سے باطل نہوگا ۔

(۵۳) م وبیع ما یشفع بہ قبل القضاء بہا ش لزوال سبب الاستحقاق قبل التملك بخلاف ما اذا كان البيع بشرط الخيار۔

(۵۳) ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہین دیا تھا کہ شفیع نے اپنا ذاتی مکان کہ جسکی وجہ سے اوسنے شفعہ کا دعوی کیا تھا فروخت کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ مکان مشفوعہ مین ملکیت حاصل ہونے سے پہلے استحقاق کا سبب جاتا رہا بخلاف اس صورت کے

مگر جب شفیع بیع مین اختیار شرط کرے تو وہان حق شفعہ باطل ہوگا اسلیے کہ اختیار کی وجہ سے ملکیت زائل ہوگی۔

(۵۴) م فان سمع شراء فسلم فظهر شراء غيره او بيعه بالف فسلم وكان باقل او بكيلي او وزني او عددي متقارب قيمته الف او اكثر فهي له وبعرض كذلك لا ش اى سمع البيع بالف فسلم وكان باقل او كان بكيلي او وزني او عددي متقارب قيمته الف او اكثر فالشفعة ثابتة له لان هذه الاشياء من ذوات الامثال فالشفيع ياخذ بها وربما يكون له الاخذ بهذه الاشياء ايسر وان كانت قيمتها اكثر من الالف فيكون له حق الشفعة بخلاف ما اذا ظهر ان البيع كان بعرض قيمته الف او اكثر لا يبقى له الشفعة لان الشفيع ياخذ هنا بالقيمة فان كانت قيمته الفا فقد سلم البيع به وان كانت قيمته اكثر فتسليم البيع بالالف تسليم البيع بالاكثر بالطريق الاولى۔

(۵۴) اگر شفیع نے سنا کہ مکان زید نے خریدا ہی اور اوسنے اپنا شفعہ تسلیم کر دیا اُسکے بعد ظاہر ہوا کہ عمرو نے خریدا ہے یا اوسکو معلوم ہوا کہ مکان کے ہزار روپیہ مین بیع ہوی اور اوسنے شفعہ کو ترک کر دیا ازان بعد معلوم ہوا کہ ہزار سے کم کو بیع ہوئی ہے یا ایسی چیز کے بدلہ مین فروخت ہوا ہے جو ناپ یا تول یا شمار سے فروخت ہوتی ہی کہ جسکی قیمت ہزار روپیہ یا اوس سے زیادہ ہی تو ایسی صورت مین حق شفعہ پھر ثابت ہو جاتا ہی اسلیے کہ یہ چیزین مثلی ہین اور شفیع انسے لے سکتا ہی کیونکہ بسا اوقات اوسکو ان چیزون کا دینا بہ نسبت نقد روپیہ کے نہایت آسان ہوتا ہے اگرچہ اونکی قیمت ہزار روپیہ سے زیادہ ہو لہذا اون صورتون مین شفیع کو حق شفعہ ہو جائیگا بخلاف اوس صورت کے کہ اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ بیع بدلے غلام وغیرہ کے ہوئی ہے کہ جس کی قیمت ہزار یا ہزار سے زیادہ ہی تو اوس کا شفعہ باقی نرہے گا اسلیے کہ اس جگہ شفیع قیمت دیکر مکان کو لے گا اور ہزار روپیہ پر تو وہ چھوڑ ہی چکا ہے اور اگر ہزار سے زیادہ ہے تو اوس وقت مین شفیع بطریق اولے شفعہ سے دست بردار ہے۔

+ + + + + + + +

(۵۵) م وللشفيع حصة احد المشترين

(۵۵) چند لوگون نے ایک شخص سے مکان خریدا تو شفیع کو

سے

لا احد الباعة ش اى اشترى جماعة من واحد فللشفيع ان ياخذ نصيب احدهم وان باع جماعة من واحد لا ياخذ حصة احد البائعين ويترك حصة الباقية بل ان شاء اخذ كلها او ترك لان هنا يتفرق الصفقة على المشترى وثمه لا تتفرق وايضا يتحقق فى الاول دفع ضرر الجار لا فى الثانى

ایک ہی کے حصہ کے لینے کا اختیار ہی اور اگر ایسی صورت ہو کہ چند لوگون نے ملکر ایک شخص کے ہاتھ مکان فروخت کیا تو شفیع کو یہ اختیار نہین ہے کہ اُن بائعون مین سے ایک کا لے لے اور باقی کو چھوڑ دے بلکہ چاہے کل کو لے لے یا کل کو چھوڑ دے اسلیے کہ اسجگہ بمقابلہ مشتری کے تفریق بیع کی ہوتی ہے اور اوس جگہ نہین ہوتی اور نیز صورت اول مین دفع ضرر جوار ہے دوسری صورت مین دفع ضرر جار کا تحقق نہین ہے۔

٥٦، م والنصف مفرزا اذا بيع مشاعا من دار نقسما ش اى اشترى نصفا مشاعا من دار نقسمه البائع والمشترى فالشفيع ياخذ النصف مفرزا لان القسمة من تمام القبض۔

٥٦، اگر ایک شخص نے ایک مکان غیر تقسیم شدہ مین سے نصف مکان خرید ا پھر بائع اور مشتری دونون نے اپنا اپنا حصہ جدا کر لیا تو شفیع کو وہی نصف مکان لینا پڑے گا جو تقسیم کرنے سے اوس کو ملا ہے اس لیے کہ تقسیم سے قبضہ کامل ہو جاتا ہے اور وہ قبضہ کا تتمہ ہے۔

تمام شد

تمام شد ترجمہ شرح وقایہ

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

کتب خانہ

جامعۂ عثمانیہ

۱۔ [illegible]

۲۔ [illegible]

۳۔ [illegible]

۴۔ [illegible]

۵۔ [illegible] کتاب کا تاوان لازم ہے۔ [illegible]

۶۔ [illegible]

۷۔ کتابوں پر کسی قسم کا نشان بنانا [illegible]

۸۔ قلمی نسخے اور حوالے کی کتابیں [illegible] جاری نہ کیجا سکینگی

فقط